کتاب التصوف

مسمیٰ بہ

لطائف المعارف

شاہ محمد عبد العلیم الصدیقی القادریؒ

فَاذْكُرُونِی اَذْكُرْكُمْ

المنۃ للہ کہ نسخہ

بَیَانُ السُّلُوكِ اِلَی اللّٰہِ

یعنی

دلیلِ عرفانِ ذات، رہبرِ سیرِ ملکوتُ السّمٰوٰت،
ہادیٔ طریقِ حصولِ کمالات، مزکیٔ نفوس و معلّمِ ریاضیات

کِتَابُ التَّصَوُّف

مسمّٰی بہ

لَطَائِفُ الْمَعَارِف

جامع شریعت و طریقت، واقفِ اسرارِ معرفت و حقیقت، فاضل علوم مشرقیہ و مغربیہ،
ماہر فنونِ عقلیہ و نقلیہ، فریدِ دہر، وحیدِ عصر حضرت مولٰینا و مقتدنا و مُرشدنا

شَاہ مُحَمَّدْ عَبْدُ الْعَلِیْم صَاحِبْ اَلصِّدِّیْقِی اَلْقَادِرِیْ رح

شائع کردہ :

وَرلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشنز (المرکز الاسلامی)

شارع عبدالعلیم صدیقی رح و شارع المرکز الاسلامی، بی - بلاک، شمالی ناظم آباد،
کراچی - ۷۴۷۰۰ (پاکستان) فون: ۶۶۴۴۱۵۶

لطیفہ نفس

پیشانی کے وسط میں

لطیفہ سِر

بائیں پستان کے برابر بفاصلہ دو انگشت

زیر قدم حضرت کلیم اللہ موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام

لطیفہ خفی

دائیں پستان کے برابر بفاصلہ دو انگشت

زیر قدم حضرت روح اللہ عیسیٰ علیہ السلام

لطیفہ اخفیٰ

وسط سینہ میں

زیر قدم حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

لطیفہ روح

زیر قدم حضرت سیدنا نوح و ابراہیم علیٰ نبینا علیہم الصلوٰۃ والسلام

لطیفہ قلب

زیر قدم حضرت سیدنا آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام

اخفیٰ

خفی

سِر

روح

قلب

عالم خلق

عرش

نفس

آتش

باد

آب

خاک

عالم امر

تاریخ اشاعت:

۱۱ر جمادی الاول ۱۴۱۵ھ — ۱۷ر اکتوبر ۱۹۹۴ء

تعداد ——— (بار اوّل) ——— دو ہزار

ناشر:

ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشنز۔ کراچی

PRICE:
US $ 4.00

طباعت:

افریشیا پرنٹنگ پریس۔ کراچی

فہرستِ مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ط

حجۃ الاسلام مولینا و مرشدنا شاہ محمد عبدالعلیم الصّدّیقی القادری رحمۃ اللہ علیہ کی

دینی خدمات کا مختصر تعارف

زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لئے

۱۵ رمضان المبارک سنہ ۱۳۱۰ھ (مطابق ۳ اپریل سنہ ۱۸۹۲ء) وہ مُبارک تاریخ ہے جب سیّدی و مولائی شاہ محمد عبدالعلیم الصّدّیقی القادری نے اِس خاکدانِ عالم میں قدم رکھا۔ دُنیا کی عام نگاہیں کیا سمجھ سکتی تھیں کہ وہ ستارہ جو معصوم خاموشی کے ساتھ ماہِ صیام کی اس مُبارک رات میں مطلعِ میرٹھ (ہند) پر نمودار ہوا، مہرِ منیر بن کر ایک مُدّت تک اقصائے عالم میں ضیا پاشیاں کرتا رہے گا اور دینِ اسلام کی روشنی کو پھیلاتا رہے گا۔ لاریب کہ اربابِ نظر ضرور سمجھ گئے ہوں گے اور یہی سبب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کے والدِ ماجد نجیب مصطفٰے حضرت مولانا شاہ محمد عبدالحکیم الصّدّیقی القادری قدس اللہ سرہٗ العزیز نے اپنے آخری فرزند کو عبدالعلیم کے مُبارک نام سے موسوم

فرمایا۔ لفظ 'عبد' جوہرِ عمل کا حامل تھا اور لفظ علیم میں فیضانِ علمی کی جانب رہنمائی تھی۔

فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ ثُمَّ الْحَمْدُ لِلّٰہِ کہ حضرت کی ذات ستودہ صفات آفتاب سپہرِ علم و عمل بن کر چمکی اور خدّامِ دینِ متین کی جماعت میں اعلیٰ مقام حاصل فرمایا۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ط وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ط ○

درسِ نظامی کی تکمیل کے بعد حضرت نے محض یہی نہیں کہ دینی علم کو محفوظ فرمایا بلکہ اس کو دُنیا کے گوشے گوشے تک پہنچانے کے لئے عصری علوم اور انگریزی زبان کی تحصیل بھی فرمائی۔ حضرت کا یہ علمی کارنامہ اُس دَور میں جبکہ علمائے دین کو انگریزی فنون سے مناسبت ہی نہ تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ تمام خادمانِ دینِ متین کے لئے قابلِ تقلید ہے۔

تحصیلِ علوم کے بعد جب حضرت نے بحیثیت معلم قدم آگے بڑھایا تب بھی وہی وسیع النظری رفیقِ حیات رہی۔ دُنیائے اسلام کو من حیث المجموع لیتے ہوئے دورِ حاضر کے علمائے دین میں آپ وہ پہلے فرد ہیں جن کی بلند پرواز رُوحانیت اور ولولۂ خدمتِ دین نے جغرافیائی قیود کو ایک جنبشِ عزم سے توڑ دیا۔ سید جمال الدین افغانی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد جس قدر علمائے اسلام پیدا ہوئے سب نے اپنے عمل کی آماجگاہ بیشتر اپنے وطن ہی کو بنایا۔ اگر بعض بزرگ کچھ آگے بڑھے بھی تو تھوڑی ہی دُور چل کر رہ گئے۔ البتہ حضرت کے متعلق بلا خوفِ تردید کہا جاسکتا ہے کہ آپ نے پہلے ہی روز سے تمام دُنیا کو اپنا میدانِ عمل اور تمام انسانیت کو اپنی قوم سمجھا۔

حضرت کی بلند نظری کا یہ نتیجہ تھا کہ عنفوانِ شباب ہی میں آپ کی تبلیغی مساعی کا دائرۂ عمل برصغیر ہند و پاکستان سے آگے بڑھ چکا تھا۔ خوش قسمتی سے برصغیر

ہندوپاکستان میں یہاں کی اقوام کی ہدایت کے لئے علمائے دین کافی تعداد میں موجود تھے مگر اس برصغیر سے باہر دنیا کے مختلف ملکوں اور گوشوں میں مسلمانوں کی بہت سی آبادیاں ایسی تھیں جو دینی ہدایت کے لئے پیاسی تھیں۔ حضرت کی چشمِ بصیرت نے اِس حقیقت کو دیکھا اور راہِ عمل میں گوناگوں مشکلات اور مصائب کو نظرانداز فرماتے ہوئے آپ نے ان کروڑوں تشنہ کامانِ ہدایت کی دینی اعانت کے لئے اپنی خدمات کو پیش فرمادیا۔ فَجَزَاهُ اللّٰهُ خَيْرَ الْجَزَاءِ۔

چنانچہ بغیر کسی سرمایہ، بغیر کسی تنظیم، بغیر کسی جماعت یا رفقاء کے تقریباً ۲۳ سال کی عمر میں حضرت کی تبلیغی سیاحتوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ آپکے علم و عمل کے ابرِ گہربار نے اسلام کی بارانِ رحمت کو کبھی برما پر برسایا کبھی سیلون پر کبھی ملایا سیراب ہوا کبھی انڈونیشیا، کبھی سیام کبھی انڈوچائنا، کبھی چین کبھی جاپان، کبھی ماریشس کبھی ری یونین، کبھی جنوبی افریقہ کبھی مشرقی افریقہ کی نوآبادیاں، کبھی عرب میں قیام ہوا کبھی عراق میں، کبھی شرق اردن میں کبھی فلسطین میں، کبھی مصر میں روشنی ہوئی کبھی شام میں۔ غرض ایک بے چین روح تھی جو حضرت کو خدمتِ دین کے لئے مشرق و مغرب، شمال و جنوب میں لئے ہوئے پھرتی رہی، ۳۴ برس اِسی کیفیت میں گزرے۔ چاروں طرف دین کی روشنی پھیلی۔ تبلیغی ادارے قائم ہوئے۔ تبلیغی کتابیں شائع ہوئیں۔ تبلیغی رسالے جاری ہوئے۔ لاکھوں نام کے مسلمان دین سے روشناس ہوئے۔ صدہا غیر مسلم دینِ اسلام میں داخل ہوئے جن میں اعلیٰ تعلیمیافتہ افراد بھی تھے اور متوسط الحال بھی، گورے بھی تھے اور کالے بھی، زرد بھی تھے اور سانولے بھی۔ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ۔ (۶۱ : ۸)

بالآخر اکتوبر سنہ ۱۹۴۸ء میں وہ مُبارک تر دن آیا جب حضرت نے تمام دُنیا کے گرد تبلیغی دورہ کا عزم فرمایا۔ شہر کراچی سے سیاحت شروع ہوئی

اور سیلون، ملایا، انڈونیشیا، ماریشس، ری یونین، مدغاسکر، شرقی افریقہ، حجاز، مصر، روم، انگلستان، فرانس، برٹش گیانا، ڈچ گیانا، ٹرینیڈاڈ، یونائیٹڈ اسٹیٹس آف امریکہ، کناڈا، فلپائن، سنگاپور، ملایا، سیام، انڈونیشیا اور سیلون کا دورۂ ارضی مکمل کرتی ہوئی ڈھائی سال کے بعد ۲۱ مئی سنہ ۱۹۵۱ء کو کراچی ہی میں ختم ہوئی۔ آپ کا یہ کارنامہ اپنی وسعت اور اہمیت کے لحاظ سے ایک تاریخی کارنامہ ہے۔ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ (۲ : ۱۰۵)

حضرت اپنے اِس عالمگیر سفر میں بہت سی ایسی مسلمان آبادیوں میں پہنچے جہاں لوگ علمائے دین کی صورتیں دیکھنے کو ترستے تھے۔ آپ کے مواعظِ حسنہ نے لاکھوں مسلمانوں کے ایمان کو تازہ کردیا۔ ہزاروں گرفتارانِ معاصی نے توبہ کی سعادت پائی۔ صدہا کفار حلقہ بگوشِ اسلام بنے جن میں ڈاکٹر صادق جارج انٹونوف جیسے ممتاز امریکن سائنسداں بھی تھے۔ متعدد ممالک میں دینی اداروں نے آپکی رہنمائی کو قبول فرمایا تاکہ آپ کے مبارک کام کو زندہ رکھیں اور آگے بڑھائیں۔ راقم الحروف کو عالمی سیاحت کے دوران تبلیغی میدان میں رفیقِ کار ہونے کا شرف حاصل رہا، نیز حضرت کی زندگی کے آخری اکّیس سال میں اعزازی پرائیویٹ سیکریٹری کے فرائض انجام دینے کی سعادت بھی ملی۔ اس لئے علیٰ وجہ البصیرت یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضرت کا چالیس سالہ تبلیغی کارنامہ ایک عظیم الشّان تبلیغی کارنامہ ہے اور یہ کارنامہ اپنی وسعت اور اپنی اہمیت کے اعتبار سے بھی ایک عظیم الشّان کارنامہ نہیں بلکہ اس اعتبار سے بھی ایک عظیم کارنامہ ہے کہ موجودہ مذہبی فتنوں کے دَور میں آپ نے انتہائی ممکن حد تک مسلکی گروہ بندیوں سے بالاتر رہ کر دینی خدمات انجام دینے کی ایک روشن اور خدامِ دین کے لئے ایک قابلِ تقلید مثال قائم کی۔ اِس موقع پر اس کارنامہ کا تذکرہ تبرّکاً کردیا گیا تاکہ اس کی یاد سے ہمارے ایمان

میں تازگی پیدا ہو۔

حضرت نے چالیس۴۰ سال تک سفر کی صعوبات اور اجنبی ممالک میں تبلیغی کام کی مشکلات کو صرف اللہ تبارک و تعالیٰ عزّ اسمہٗ کی خوشنودی اور اس کے محبوب رسُول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے مشن کو آگے بڑھانے کیلئے برداشت فرمایا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ اپنے محبوب صلّی اللہ علیہ وسلّم کے طفیل میں حضرت کو "اَلَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ ط" (۶۹ : ۴) کے زمرہ میں اعلیٰ مرتبہ عطا فرمائے اور دینِ متین کے تمام خادموں کو آپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق سے نوازے۔ آمین ثم آمین بجاہ سیّد المرسلین صلّی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہ الطیّبین الطاہرین اجمعین۔

"المرکز الإسلامی" — محمّد فضلُ الرحمٰن الانصاری القادری
کراچی ۳۳ (پاکستان) — رئیسُ الخلفاء سلسلۂ علیمیہ قادریہ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آؤ! راہِ مولیٰ میں چلیں۔

تخلیقِ انسانی میں منشائے ربّانی، جسد و روح کی تحلیلِ عرفانی، بندہ و مولیٰ کے مابین تعلّقِ احسانی کی سُراغ رسانی درکار ہے تو "کتابُ التصوّف مسمّیٰ بہ لطائفُ المعارف" کا نسخۂ نورانی ہر صاحبِ ایمانی کے لئے خضرِ جاودانی کی حیثیت رکھتا ہے۔ جسے شریعت و طریقت کے شہسوار، حقیقت و معرفت کے سردار حضرت العلّام شاہ عبدالعلیم الصدّیقی القادری اشرفی میرٹھی نے بڑے پاکیزہ و عارفانہ انداز میں تزکیۂ قلب، تصفیۂ باطن اور تعلّق باللہ کے رُوحانی طریق کا انشراح فرمایا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ عارفِ ربّانی کا ہی حصّہ ہے۔

طالبانِ راہِ سلوک کے لئے "لطائفُ المعارف" نشانِ منزل ہے۔ رموزِ شریعت، اسرارِ طریقت میں ترقی و ارتقار کیلئے یہ کتاب ہر طالبِ سالک کے لئے "نعمتِ غیر مترقبہ" ہے۔ لطائفِ ستّہ کی معرفت ہو یا مراقبات کا حاصل کرنا، مشہور سلاسل کے نظامِ اصلاح و تربیت ہو حضرت موصوف نے بڑے خوبصورت اسلوب میں واضح فرمایا ہے۔

محاسبہ، مراقبہ، مجاہدہ، مشاہدہ، مکاشفہ، رابطہ، ذِکر و فکر اور

اشغال و اوراد کے ادق و مشکل اصطلاحات کو سلیس، شیریں اور دلنشیں انداز میں بیان فرما کر طالبِ مولیٰ کے لئے سہولت و آسانی فرما دی ہے۔

"لطائفُ المعارف" صرف پڑھنے کے لئے نہیں بلکہ تمامی سلاسل کے وابستگان کی رُشد و ہدایت کے لئے ایک مقدّس نظامِ حیات ہے — آج کی سسکتی اور بے چین انسانیت کے لئے "لطائفُ المعارف" کی اشاعت ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشنز کا ایک حکیمانہ کارنامہ ہے۔

فقیر اشرفی دُعاگو ہے کہ مولیٰ تعالیٰ تعلق باللہ کی راہ میں اِس کتاب کو اغذیۂ رُوحانی بنائے۔ حضرت مؤلّف علیہ الرحمۃ والرضوان کی تصرّفِ رُوحانیہ سے اکتسابِ فیض عام فرمائے اور "المرکز الإسلامی" کی مساعیٔ جمیلہ کو سلامتی نصیب ہو۔ وباللہ التوفیق۔

فقط

دُعاجو و دُعاگو

سید محمد جیلانی غفرلہ ولابویہ

سید محمد جیلانی اشرف اشرفی الجیلانی کچھوچھوی

اَمیر

رُوحانی فاؤنڈیشن، لکھنؤ۔ (یو۔پی) انڈیا

۶ر فروری ۱۹۹۴ء — نزیل کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

مقدّمہ

حمد کے قابل خالقِ کون و مکان۔ نعت کے مستحق سیّدِ انس و جان۔ اُس نے سارے عالم کو بنایا۔ انہوں نے عالم کو مقصدِ حیات بتایا۔ اُس کی نعمتیں اُس کا کرم ایسا عظیم کہ کتنی بھی کوشش کرو گِننا شمار کرنا اور گھیرنا محال۔ ان کی رحمت ایسی وسیع کہ جو کچھ ملا انہیں کے صدقہ میں، جو کچھ بنا انہیں کے طفیل میں۔ مگر وائے بدقسمتی، آج کوئی چائے کی پیالی، پان کی گلوری، بلکہ معمولی ایک الائچی بھی دے تو آداب کے لئے جُھک کر سلام کریں، کسی نے ذرا سا احسان کر دیا تو شکریہ ادا کرتے کرتے زبان سوکھتی ہے، کوئی قوت رکھتا ہے، نعمت رکھتا ہے، دولتمند ہے، تو ہزار جتن کئے جاتے ہیں کہ اس سے روابط بڑھیں، تعلقات پیدا ہوں، ہم اُسے پہچانیں، وہ ہمیں جانے، معمولی سلام دُعا نہیں، دوستی نہیں بلکہ مُحبّت، اور مُحبّت بھی بے تکلّف مُحبّت، کسی نہ کسی طرح حاصل ہو ہی جائے۔ کون ہے جسے حاکم کا مقرّب بننے کی تمنّا نہ ہو۔ کون ہے جس کو ریاست حاصل ہونے کا سودا نہ ہو۔

کون ہے جس کے دل میں دُنیا کی محبّت کا درد، رہ رہ کر چٹکیاں لیتے ہوئے ہر اُس قوت اور صاحبِ قوت، دولت اور صاحبِ دولتِ دُنیا اور اہلِ دُنیا سے ہم آغوش ہونے کے ولولے نہ پیدا کرتا ہو۔

مگر یہ محقّق ہوتے ہوئے کہ دُنیا کا بنانے والا وہ پروردگار، دولت کا دینے والا وہ کردگار، ساری چیزوں کا وُہی والی و مختار، اصل کو چھوڑنا اور شاخوں سے لٹکنا، مکین کو چھوڑنا، اور مکان سے دل لگانا، اِس سے زیادہ بے سمجھی کی بات اور کیا ہوگی۔ ہوش کی آنکھیں جب کُھلتی ہیں۔ عقل کے ناخن جب لئے جاتے ہیں، حواس جب درست ہوتے ہیں۔ ہر زمانہ ہر مُلک، ہر قوم اور ہر گروہ میں کچھ نہ کچھ افراد ایسے نکلتے ہیں جن کو یہ فکر دامن گیر ہو، اور اُس اصلِ اصول، ذاتِ واجبُ الوجود کی محبّت کا ولولہ قلوب میں موجزن ہو کر اُس کی طرف کھینچے۔ افریقہ کی بربریت ہو یا یورپ کی مادیّت، امریکہ کی حرّیت ہو، یا ایشیا کی دلربایانہ انسانیت، ہر فضا میں اس نہالِ محبّت کی آبیاری ہوتی ہے اور کوئی نہ کوئی مائی کا لال ایسا ضرور نکلتا ہے جو چشمِ بصیرت سے کچھ نہ کچھ کام لیکر اُس علت العلل، علتِ اولیٰ، یا مایۂ حیات، رُوحِ حقیقی ایزد و داور، جہاں آفریں، پرماتما یا پرمیشور کی دُھن میں لگتا، اس کے پریم میں متوالا بنتا، اور اُس کے عرفان اُس کی پہچان کے دریائے ناپید اکنار میں غوّاصی کے لئے قدم اُٹھاتا ہے۔ غنیمت ہیں وہ ہستیاں جو اس مقصد کی طرف ہمّت کریں اور خوش نصیب ہیں وہ افراد جو اس کی طرف قدم اُٹھائیں۔

کہا جاتا ہے کہ سُقراط اسی دُھن میں رہا۔ فیثاغورس کے دل میں یہی لگن لگی۔ گوتم بُدھ نے بھی اسی خیال میں متوالا بن کر راج پاٹ کو چھوڑا، کرشن

کی بانسری بھی اسی لَے کے الاپ میں مصروف رہی۔ بہر صورت عالمِ انسانیت کے منازل ارتقاء کی تاریخ کے جس ورق کا مطالعہ کیا جائے، جس باب کو کھولا جائے، اس شرابِ محبّت کے بعض متوالے اپنی اپنی مستانہ شانوں میں اس کی محبّت کے ترانے گاتے ہوئے نکلتے ضرور ہیں، لیکن عقل کے گھوڑے کتنے ہی دوڑائے جائیں۔ قوائے دماغی کو کتنا ہی کام میں لایا جائے۔ جنگلوں کی خاک چھانیں یا پہاڑوں کے غار جھانکیں۔ قطب شمالی سے جنوبی تک ایک ایک نقطہ پر نظرِ غائر ڈال جائیں۔ یوں تو اُس کی شانیں ہر ہر ذرّہ میں نمایاں اور وہ ہر رنگ میں عیاں ہے

فَفِی کُلِّ شَیْءٍ لَہٗ آیَۃٌ تَدُلُّ عَلٰی اَنَّہٗ وَاحِدٌ

مگر باوصف کمالِ ظہور، وہ ایسا مستور، کہ انتہائے مقامِ تحقیق، اولِ منزلِ واقفیت بھی نہیں کمالِ شعور، ابتدائے ادراکِ ذات کا مقدمہ بھی نہیں آئینہ خیال میں جو شکل بھی محقّق ہوئی جب غور کیا تو وہ بھی میرے واہمہ کی ایک مخلوق، صغریٰ کبریٰ نے جس نتیجہ پر پہنچایا، وہ بھی میرے دائرۂ علم میں محدود، فلسفہ کی موشگافیوں نے جس نقطہ کو پایا، وہ بھی میرے عقلیات کا ایک مفروضہ مجسّمہ، اور وہ واجب الوجود قادرِ مطلق، خالق ہے نہ کہ مخلوق، محیط ہے نہ کہ محاط و محدود، باقی ہے نہ کہ فانی، قدیم ہے نہ کہ حادث ؎

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم ۔۔۔ وز ہر چہ گفتہ ایم و شنیدیم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر ۔۔۔ ما ہمچناں در اوّل وصفِ تو ماندہ ایم

پس رخشِ خیال تگ و دو سے ہارا، سمندِ عقل کے گھٹنے ٹوٹے۔

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سُنا افسانہ تھا

اس لق و دق بیابان حیرانی اور بادیۂ پریشانی میں رحمٰن و رحیم کے ایک متوالے کی دل کش آواز درد والے لہجہ میں

مَاعَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ

کا نغمہ تمام عالمِ انسانیت کی طرف سے وکیل و نائب و مختار بن کر پیش کرتی ہوئی سُنائی دیتی ہے۔

مَاعَرَفْنَاكَ (ہم نے تجھے نہیں پہچانا) کا سُر دوسرے سِرّ کا پتہ دیتا ہے اس نَا (یعنی ہم) کی ضمیر میں کوئی خاص رمز معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ آواز کس کی ہے، نغمہ بجانے والا کون ہے اس نَا کا قائل کون ہے، وہ جو عالم کو اس کی باتیں بتاتا ہے، دنیا سے اس کا کلمہ پڑھواتا ہے، زمانہ کو اس کی طرف بلاتا ہے، اور جہان بھر کے سامنے اس کی (آیات) نشانیاں پیش فرماتا ہے۔ عرب کی اُجاڑ بستی میں عقل و دانش و فلسفہ و حکمت کے مدرسوں سے دُور، اس کا پتہ بتانے کے لئے نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ[1] کا مژدہ دیتا ہے۔ پھر وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ[2] فرماتے ہوئے نہ صرف پتہ نشان بلکہ دیکھنے دکھانے پہچاننے پہچنوانے کی دعوت دیتا ہے۔ عشق و محبّت کا بادۂ گلفام اڑا کر صِبْغَۃَ اللّٰہِ کی

---

[1] ہم اُس کی شہ رگ سے بھی زیادہ نزدیک ہیں۔ (القرآن۔ ۵۰:۱۶)

[2] وہ تو تمہاری جانوں سے بھی زیادہ نزدیک ہے پس کیا تم دیکھتے نہیں۔ (القرآن۔ ۵۱:۲۱)

رنگی چڑھا کر، طلب سے محبّت، محبّت سے عشق، عشق سے محبوبیت کے مقام میں پہنچا کر قرب کا خلعت پہناتا ہے۔

ایک طرف مَاعَرَفْنَاكَ سے عجز کا اقرار، دوسری طرف مقام عرفان پر فائز ہونے اور فرمانے میں یہ اصرار کہ اَلْمَعْرِفَۃُ رَأْسُ مَالِیْ۔ الحدیث (شفا)[1] لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَّا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَّلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ (الحدیث)[2] اور اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ[3] پھر اس مَاعَرَفْنَا میں آخر کیا تھا؟ نفی عرفان تھی تو یہ اثبات کیسا؟ اثبات تقرب ہے تو یہ نفی کیسی؟

واقفِ حال کہتا ہے کہ نفی، نفیِ عرفانِ مجرّد نہیں، بلکہ عرفان بواسطہ "انا" ہے۔ یعنی یوں سمجھو کہ میں نے ڈھونڈا نہ پایا، میں نے کھوج لگایا پتہ نہ چلا، اُس نے خود بتایا، اُسی نے خود پہچنوایا۔ یا یوں سمجھ لو کہ جب تک "انا" کا وجود بلکہ واہمہ و خیال بھی باقی ہے، عرفان ناممکن، یہ پہچاننا اُسی کی طرف سے، پہچنوانا بھی اُسی کی جانب سے ؎

تا در تو ز پندارِ تو ہستی باقیست	میداں بہ یقیں کہ بُت پرستی باقیست
گفتی بُت پندار شکستم رُستم	ایں بُت کہ تو پندار شکستی باقیست

سُننے کے لئے کان لگاؤ۔ جاننے پہچاننے کے لئے آنکھیں لاؤ۔ اُس نے تو

---

[1] خدا کی پہچان میرا رأس المال ہے۔ [2] میرا وقت اللہ کے ساتھ اس طرح (گزرتا) ہے کہ ملک مقرب کو بھی اس میں (میرے ساتھ) رسائی نہیں بلکہ (خود یہ) نبی مرسل بھی نہیں۔ (الحدیث) [3] اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو پس میری اتّباع کرو۔ اللہ تم کو محبوب بنالے گا۔ (القرآن۔ ۳:۳۱)

دیے ہیں مگر تم نے ان کو دوسری آوازوں سے بھر لیا' اُس نے تو عطا کی ہیں، مگر تم نے ان کو دوسرے نظاروں میں محوِ تماشا کر لیا۔ جب توجہ کرو گے آوازِ غیر سے کان بہرے ہوں گے جمالِ غیر سے آنکھیں بند ہوں گی۔ اُس کا کلام کانوں میں اس کا جمال آنکھوں میں' تم اس میں گُم وہ تم میں نمایاں' تم اس میں مخفی' وہ تم میں عیاں ؎

گُم شدن در گُم شدن دینِ من است
نیستی در ہست آئینِ من است

کان کھولو اور اس کا کلام سنو۔ چشمِ حق بیں وا کرو' اور اس کی راہ دیکھو وہ کلام ہے[1] قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وہ راہ ہے مَآ اَنَا عَلَيْهِ وَاَصْحَابِيْ[2] (الحدیث) جس نے دیکھا اسی طرح دیکھا' جس نے پایا اسی صورت سے پایا' کسب سے استعدادِ وَہب پیدا کرو پھر ؎

فیضِ روح القدس از مدد فرماید   دیگراں ہم بکنند انچہ مسیحا می کرد

اس کا طریق ہے فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ (میں تمہیں یاد کرتا ہوں پس تم مجھے یاد کرو)۔ (القرآن - ۲:۱۵۲)

انبیاء و مرسلین کی بعثت اسی شاہراہِ حقیقی کو پیش کرنے کے لئے تھی اَخِلَّاءُ اور محبوبین کی خلقت اسی شراب کا ساقی بنانے کے لئے تھی۔ منزل پر پہنچایا فقط اُنہی نے محبوب سے ملایا صرف انہی نے' کجروی سے بچایا' ورطۂ ہلاکت سے نکالا' وہمیات سے چھڑایا' اس لئے کہ وہ اپنی عقل کے گھوڑے نہ دوڑاتے

---

[1] القرآن - ۳:۳۱ ؛ [2] جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں ۱۲

وہ اٹکل کے تیر نہ مارتے بلکہ وہی سُناتے تھے جو سُنتے تھے وہی بولتے تھے، جو بُلوائے جاتے تھے۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى[1] ؎

الہامش از جلیل و پیامش ز جبرئیل   نطقش نہ از طبیعت و رایش نہ از ہوا

آج بھی جو اپنی کہے جھوٹا جو ان کی کہے سچا۔

اِن اوراق میں آپ جو کچھ بھی دیکھیں گے وہ انہی کی تعلیمات کا مرقع وہی اُصول ہے جس کے یہ مختلف فروع' وہی جڑ ہے جس کی یہ مختلف شاخیں۔ سمجھ سے کام لیجئے۔ مقدمات کو بغور مطالعہ کیجئے۔ پھر قول کو چھوڑ کر عمل کی طرف قدم بڑھائیے اور منزلِ مقصود کو پائیے ؎

قال را بگزار و مرد حال شو   پیشِ مردے کاملے پامال شو

وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ

---

[1] "وہ اپنی (خواہش) سے کلام نہیں فرماتے بلکہ (ان کا بولنا) وہی وحی ہے جو ان پر نازل فرمائی گئی"۔ (القرآن - ۳،۴ : ۵۳)

۷۸۶

مُبَسْمِلًا وَّحَامِدًا وَّمُحَمِّدًا (جَلَّ وَعَلَا)

وَّمُصَلِّيًا وَّمُسَلِّمًا مُّحَمَّدًا رَّسُوْلَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَعَلَیْہِ

خالقِ عالم نے انسان کو عجیب عجیب نعمتوں کے زیور سے آراستہ فرمایا۔ جس نعمت کو کام میں لایا جائے، فائدہ اٹھایا جائے، انواع واقسام کے غرائب کا انکشاف ہوتا جاتا ہے۔ بدنِ انسانی کے مختلف اعضاء ہی کو لیجئے۔ جس عضو سے کام لیا جائے نت نئی چیزیں اپنے آپ سامنے آتی جاتی ہیں۔ نجّار اپنے ہاتھوں سے کام لیتا ہے، قسم قسم کے نئے نئے سامان بناتا ہے۔ انجنیئر انجنوں کی ایجاد واختراع کرتا ہے۔ معمار طرح طرح کے باریک سے باریک کام بناتا ہے محل اور قلعہ تعمیر کر ڈالتا ہے۔ کاتب لکھتا ہے کیا کیا گُل کھلاتا ہے۔ آنکھوں سے کام لیجئے کیسے کیسے تماشے سامنے آتے ہیں کانوں کو مصروفِ کار کیجئے کیسی کیسی آوازیں سنائی دیتی ہیں، زبان کو حرکت میں لایئے بہترین گانے گایئے، اچھی اچھی تقریریں فرمایئے، روتوں کو ہنسایئے، ہنستوں کو رُلایئے، مُردوں میں جان ڈالئے۔ دماغ کی کرشمہ سازیاں تو کیسے کچھ رنگ لاتی ہیں، علمِ کیمیا اور اس کی ہر شاخ معقول وفلسفہ اور اس کا ہر شعبہ ہیئت اور اُس کی ہر کرامت، غرض ہر قسم کا آرٹ اور ہر پیکر کی سائنس اُسی

کے برکات کے نمونے اور اسی کے مکاشفات کے کرشمے ہیں۔

لیکن موئے سر سے ناخنِ پا تک تمام وجود ایک جسم ہے، اور اس کی حیات کا دار ومدار ایک چیز پر جب تک وہ ہے جسم ہے، اور جب وہ علیحدہ ہوئی جسم مُردہ ہوا بے کار شمار کیا گیا۔ کسی نے زمین میں دفنایا، کسی نے جلایا، غرض کسی نہ کسی طرح جلد سے جلد خاک میں ملایا۔ کیا کبھی اس پر بھی غور کیا کہ آن کی آن اور لحظہ کے لحظہ میں کیا ہو گیا؟ وہ پیاری چہیتی صورت کیوں ایسی دُوبھر ہو گئی کہ ایک لحظہ کے لئے گھر میں رکھنی بھی ناگوار ہے؟ سڑنے کا احتمال ہوا خراب ہونے کا ڈر، بدبو پھیلنے کا خوف، کوئی چیز تو تھی جس کے جاتے ہی یہ جسم کسی قابل نہ رہا۔ وہ کیا تھی؟ ہوا تھی؟ پانی تھا؟ مٹی تھی؟ آگ تھی؟ کوئی کہتا ہے حیات تھی۔ جان تھی۔ گیس تھی۔ اسپرٹ تھی۔ آتما تھی۔ روح تھی۔ تھی ضرور کوئی چیز، نام کچھ رکھ لو۔ مگر یہ تو بتاؤ کہ اس کی تعریف کیا ہے۔ وہ تھی کیا؟ کہاں سے آئی؟ اور کہاں گئی؟۔

حقیقتِ رُوح

فلسفی حیران ہیں، سائنٹسٹ پریشان، نہ کسی آرٹ میں اُس کا سُراغ، نہ سائنس میں اُس کا پتہ، جانیں، تو کیوں کر جانیں، پہچانیں تو کس طرح پہچانیں؟ بڑے بڑے رشی، بڑے بڑے اوتار، اسی دُھن میں جنگلوں کی خاک چھانتے ہوئے پہاڑوں کے غاروں میں پناہ گزیں ہو کر غور میں مصروف ہیں۔ قابل قابل پروفیسر علمی کتب خانوں میں اِسی جستجو میں لگے ہوئے ہیں کہ کچھ اُس کا پتہ چلے۔ عالم وجاہل تک اُسی کی تلاش میں سرگرداں ہیں

کہ آخر وہ کیا ہے؟ کسی نے کچھ کہا، کسی نے کچھ لکھا مگر حقیقت کا کسی کو بھی پتہ نہ چلا ؎

مردم زسر قیاس چیزے گفتند   معلوم نہ گشت وقصّہ کوتاہ نشد

جولین ہکسلے (JULIAN HUXLY) جو سائنس کا ایک جلیل القدر امام مانا گیا ہے، اپنے عجزِ علمِ رُوح کا کس سادگی کے ساتھ اِن الفاظ میں اعتراف کر رہا ہے کہ:

"ہم اس روح کی نسبت اس سے زیادہ کیا
جانتے ہیں کہ وہ بھی ہمارے احوال و کوائف شعور کی
نامعلوم اور فرضی علّت کا ایک نام ہے"۔

جب کسی کو پتہ نہیں چلتا تو چُھپی باتوں کے بتانے والے، غیب کی خبریں لانے والے، عرش سے فرش تک کے حالات بیان فرمانے والے، مکّہ کے چاند مدینہ کے تاجدار، احمدِ مختار، محمدؐ رسولُ اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی خدمت میں بھی لوگ آتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ رُوح کیا ہے؟ وہ سرکار جو اپنی طرف سے ایک حرف بھی نہیں بولتے بلکہ جو اُن کا رب اُن سے کہلواتا ہے کہتے ہیں، جو وہ بُلواتا ہے بولتے ہیں، اس بات میں بھی اپنی رائے نہیں بتاتے، اپنا خیال ظاہر نہیں فرماتے، بلکہ وحیِ الٰہی و فرمانِ ربّانی صاف صاف لفظوں میں اس طرح سُناتے ہیں:

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۭ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا (القرآن-۸۵:۱۷) (یارسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم) "لوگ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ آپ ان سے فرما دیجئے کہ رُوح تو میرے رب

کے اَمر سے ہے تمہیں تو علم تھوڑا ہی سا دیا گیا ہے"۔ رَب کے حکم سے، رَب کے اَمر سے کیا مطلب نکلا، کیا سمجھے؟ کوئی یوں کہے کہ ارشادِ کُن کی تجلّیات میں سے ایک تجلّی ہے۔ کوئی یہ کہے کہ عالمِ امر کی ایک خاص مخلوق، تجلّی کی حقیقت خود ایک اجمال، عالمِ امر کی کیفیت خود مُغلق، پھر سمجھیں تو کس طرح سمجھیں، آیت یقیناً مُغلق نہیں، بیان بالیقین مجمل نہیں۔ علم کی کمی سببِ ظاہر بیان کر ہی دیا گیا اس لئے یوں سمجھ لو کہ "جنابِ رَبُّ العِزّت جلّ وعلا کے ساتھ خاص نسبت و تعلّق و رابطہ رکھنے والی ایک ایسی شے ہے جس کے متعلّق جب تک اُس رب تک رسائی نہ ہو۔ عالمِ اَمر سامنے نہ آئے۔ تجلّیات پر توفگن نہ ہوں حقیقت و تعریف کا منکشف ہونا محال"۔

اطبا، طلبائے طِب کو علمِ طِب سکھانے کے لئے چیر پھاڑ کر بدن دکھائیں، تب تشریحِ بدن کا کچھ عقدہ کھلے۔ علمِ کیمیا کا ماہر، متعلّم کیمسٹری کے سامنے مادّہ کی تفریق کرے تب اس کی ماہیّت کی کچھ خبر ملے۔ اسی طرح بلاتمثیل جب اس دریائے روح میں غوطہ زن ہوں تب گوہرِ مقصود ہاتھ آئے اور حقیقت جلوہ نما ہو۔ ہاتھ نہ ہلاؤ کچھ نہ بنا سکو گے، کان نہ لگاؤ کچھ نہ سُن سکو گے، زبان نہ چلاؤ کچھ نہ بول سکو گے، بلاتمثیل اسی طرح رُوح کو کام میں نہ لاؤ اس کی صفات نہ معلوم کر سکو گے۔ تا بہ ذات چہ رسد۔ کام میں لانے کے لئے پہلے قوت کی ضرورت، قوت کے لئے تغذیہ کی حاجت۔ فاقہ پر فاقہ کرو۔ بدن کو خوراک نہ پہنچاؤ۔ ضعف و نقاہت بڑھتے بڑھتے اس حد کو پہنچا دے گی کہ ہاتھ ہلانا اور زبان چلانا بلکہ پلک تک جھپکانا دشوار ہو جائیگا بلاتمثیل اسی طرح رُوح کو کام میں لانے کے لئے بھی رُوح میں قوت کی ضرورت

اور قوت کے لئے غذا کی حاجت، جسم، مادّہ کا جزو ہونے کے اعتبار سے
مادّی اغذیہ کا محتاج ہے تو اُس نسبتِ خاص کے سبب جو روح کو ربّ جلّ و
علاء سے حاصل، وہ بھی ایسی ہی غذا کی ضرورت مند جو اس رب کے ساتھ خاص
مناسبت رکھتی ہو اس لئے پہلے مجمل طریق سے اُن غذاؤں کو معلوم فرمایئے
جو روح کو قوت دینے والی اور اس کو اس کی حقیقی معراج کمال تک پہنچانے
والی ہیں۔

اغذیۂ رُوحانی

ربِّ عظیم جلّ وعلا کے ساتھ یوں تو کون سی چیز ہے جو نسبت نہیں
رکھتی ؎

ہر رنگ میں جلوہ ہے تیری قدرت کا
جس پھُول کو سونگھتا ہوں بو تیری ہے

ہر مخلوق مَظہر ہے اور مُظہر۔ صفاتِ الٰہیہ کسی نہ کسی رنگ میں بلا تمثیل
اُس میں اسی طرح جلوہ نما جیسے آئینہ میں کوئی صورت۔ اس لئے اسمائے
صفات کو اس ذات کے ساتھ ایک خاص نسبت حاصل، اور ہر اسم صفت
میں ایک خاص کیفیتِ تغذیۂ رُوح موجود۔ لیکن اسمِ ذات اس نسبت
میں اَخص اس لئے تغذیہ میں اعظم۔ اسی لئے ارشاد کہ:

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی
الْاَلْبَابِ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (الآیۃ)[1] "یقیناً آسمان و زمین کی پیدائش اور رات اور دن

[1] (القرآن - ۱۹۱، ۱۹۰ : ۳)

کے لوٹ پھیر میں سمجھ داروں کے لئے نشانیاں ہیں (سمجھ دار وہ ہیں) جو کھڑے
بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر (لیٹے ہوئے یعنی ہر حالت میں) اللہ کا ذکر کرتے ہیں
اور آسمان و زمین کی پیدائش میں فکر"۔ عقلمند اور سمجھ دار عرفِ عام میں بھی
وہی شخص کہا جاتا ہے، جو کمائے اور کھائے، نہ وہ جو ہاتھ پیر توڑ کر اپاہج
بن جائے۔ پس اس میدان میں بھی سمجھ دار وہی سمجھا جاتا ہے جو اسمِ ذات کے
ذکر اور اسمائے صفات میں فکر کی مبارک اغذیہ کا سبب بنے اور اُن سے
اپنی رُوح کو قوت پہنچائے۔ پس ذکر و فکر یہ دو غذائیں ہیں۔ آؤ اِن اغذیہ کے
بنانے اور کھانے کی ترکیب سنو۔ اور اللہ ہمّت دے تو استعمال کر کے
روحانی پہلوان بنو۔

امراضِ رُوحانی

مگر غذائیں اچھی سے اچھی کھاؤ لیکن پرہیز نہ کرو، یا عمدہ و بہترین
کھانے میں تھوڑی سی غلاظت بھی ملا دو تو محنت برباد جائے گی۔ معدہ کبھی
قبول ہی نہ کرے گا، لہٰذا اس سے پہلے کہ غذا کا استعمال کرو اس کو اچھی طرح
دیکھ لو کہ اس کے ساتھ کوئی بُری چیز تو نہیں ملی۔ اس کے ساتھ ساتھ سوچ
لیجئے کہ اگر جسم بیماری میں مبتلا ہے اور امراضِ صعبہ میں گرفتار ہے تو کیسی
ہی عمدہ غذا دُودھ ہو، یا انڈا کیوں نہ کھایئے نفع دینا تو درکنار، اُلٹا
نقصان۔

مرض کی تعریف علمِ طب میں ملاحظہ کیجئے۔ "مزاج کا نقطۂ اعتدال
سے ہٹنا یا کسی امرِ غیر طبعی کا پیش آنا مرض کہلاتا ہے۔" پس روح کی حالت

اعتدال یہ ہے کہ اس کی نسبت رب اکرم کے ساتھ قائم ہو، اور کوئی دوسرا علاقہ اپنی کشش مقناطیسی سے اُس کو اپنے مقام سے جُدا کرنے والا اور ہٹانے والا نہ ہو۔" اس رب کے منشاء کے خلاف جس قدر امور ہیں وہ امور غیر طبعی روحانی کہے جائیں گے۔ اس لئے رُوح کا ماسوا اللہ کی طرف میلان اور معاصی کی جانب رُجحان یہی وہ بلائیں ہیں جن کو طبِ روحانی میں امراضِ روحانی کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ فلسفیانِ اخلاق نے اسی کو ذمائم سے یاد کرتے ہوئے اس کی اصلاح کی تدبیریں اور علاج کے لئے دوائیں تعلیم فرمائیں ہم یہاں بڑی بڑی بیماریوں کا ذکر کرتے ہیں جو حقیقتاً مُہلک ہیں اور حیاتِ حقیقی کا خاتمہ کر دینے والی۔

تم نے سُنا کہ مزاج کا حالتِ اعتدال سے ہٹنا ایک مرض ہے، لیکن جہاں حالتِ اعتدال سے صرف کسی قدر ہٹنا ہی نہیں، بلکہ اصل سے قطعِ تعلق ہو تو وہ مرض یقیناً سخت ترین بن جائے گا اور اس کے نتائج کیسے کچھ مہلک ہوں گے۔ روحانی امراض میں یہ بدترین مرض شرک ہے یعنی "اُس خداوند جلیل جبّار جل جلالہٗ کی ذات یا صفات میں کسی کو کسی عنوان سے اس کا ہمسر و ہم پلہ ماننا، یا کسی ایسے فعل کا کرنا جو اس اعتقاد پر دلالت کرنے والا ہو۔" اس کو بغاوت کہیئے، غدر سمجھیئے۔ اسی لئے یہ مرض غایت درجہ مہلک ہے اگر اسی حالت میں زندگی کا خاتمہ ہو گیا (معاذ اللہ) تو مالکِ عالم فرما رہا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ

[1] یقیناً اللہ اس بات کو نہ بخشے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے اسکے سوا جس کو چاہے بخشے۔ (القرآن - ۱۱۶:۴)

ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ اور اسی کے جیسا کفر یعنی شرک میں ماسوا اللہ سے رابطہ کا جوڑنا تھا، اور کفر میں، مجرد خدا سے سرکشی و روگردانی خواہ کسی اور سے رابطہ پیدا ہو یا نہ ہو یہ بھی ایسا ہی خطرناک كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى "وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ"[1] ان کے ساتھ ہی ساتھ ایک اور بلا بھی ہے کہ حقیقتاً دل میں شرک ہو، کفر ہو اور ظاہر یہ کیا جائے کہ ایسا نہیں ہے بلکہ خدا کے سامنے گردن جھکی ہے یعنی مسلم ہیں اس کو نفاق کہتے ہیں، چوں کہ یہ بہت سے امراض کا مجموعہ ہے۔ شرک ہے، کفر ہے، جھوٹ ہے، دھوکا ہے، ریاء ہے وغیر ذالک، اسی لئے یہ سب سے زیادہ ہلاکت میں ڈالنے والا كَمَا قَالَ تَعَالٰى "اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ"[2] (یقیناً منافق تو آگ کے سب سے نیچے طبقہ میں ڈالے جائیں گے)۔ بزرگی بڑائی عظمت و جلالت اُسی شہنشاہ کے شایانِ شان ہے جس نے تمام عالم کو بنایا۔ سب کچھ اس کی ملک وہ سب کا مالک، وہی حقیقی بادشاہ ہے۔ سب فنا ہونے والے، اور وہ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ[3] کا نقارہ بجانے والا اس کے سامنے اکڑنا اپنے آپ کو بڑا جاننا، خواہ اس کے مقابلہ میں ہو، جیسے فرعون و نمرود کا دعویٰ خدائی یا اس کی اور مخلوق پر اپنی بڑائی، نسبتیں اگرچہ علیحدہ علیحدہ ہیں مگر مرض نہایت زبردست مہلک، جس کو اس اصطلاح امراضِ روحانی میں تکبّر و نخوت و غرور و تمکنت کے نام سے یاد کرتے ہیں اس کی ہلاکت کو

[1] ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے - (القرآن - ۲:۷) [2] القرآن - ۱۴۵:۴ -

[3] آج کے دن ملک کس کے لئے ہے - (القرآن - ۱۶:۴۰)

غیورِ قہار و جبّار خداوندِ عظیم نے یوں فرمایا ہے کہ[1] فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ
نیز ارشاد ہوتا ہے[2] اَلْكِبْرِيَاءُ رِدَائِيْ وَالْعَظَمَةُ اِزَارِيْ فَمَنْ نَازَعَنِيْ فِيْ اَحَدٍ
مِنْهُمَا اَلْقَيْتُهٗ جَهَنَّمَ وَلَا اُبَالِيْ ۔ یہ ہیں سب سے زیادہ مہلک امراض،
باقی ان کے ماسوا ہر وہ چیز جو اس رب کی مرضی کے خلاف ہو جس سے
اس نے صراحۃً منع فرمایا، یا اس کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ
وسلّم نے برا بتایا مرض روحانی ہی ہے کہ ہر وہ بات جو روح کو اُس کے
نقطۂ اعتدال یعنی قرب ربّانی کے مقام سے ہٹانے والی ہو گی مرض ہی
کہلائے گی اسی چیز کو اصطلاحِ شرع میں گناہ کہتے ہیں۔

آج تم دیکھتے ہو کہ ایک شخص یا جماعت ایک کام کو بُرا بتائے
دوسرا شخص یا جماعت اُسے اچھا جانے اس کا فیصلہ کون کرے۔ بیمار
بسا اوقات اپنی بیماریوں کو نہیں جانتا۔ ہوتا ہے بیمار مگر سمجھتا ہے کہ میں
تندرست ہوں یا بُری بھلی ہر چیز کے کھانے کی رغبت کرے اور چٹ پٹے
مزے کے لئے ہر چیز کی طرف ہاتھ بڑھائے، یہ امر کہ کون سی چیز اس کے
لئے مفید ہے، کون سی مضر۔ نیز یہ کہ کون سی حالت، حالتِ صحت
ہے اور کیا کیفیتِ مرض۔ اس کا فیصلہ حاذق طبیب کے ہاتھ اُسی کا
اس باب میں اعتبار۔ اسی طرح تشخیص امراض روحانی اور تعین بیماری

---

[1] پس تکبر کرنے والوں کا ٹھکانا تو بہت ہی بُرا ہے۔ (القرآن - ۲۹:۱۶)

[2] کبریائی میری ردا ہے اور عظمت میری ازار۔ جس نے میرے ساتھ ان میں سے کسی ایک
میں بھی جھگڑا کیا میں نے اس کو جہنم میں ڈالا اور مجھے اس کی کچھ پروا نہیں۔ (الحدیث)

حقیقی یعنی کسی چیز کے گناہ ہونے یا نہ ہونے میں انسانی رائے کو نہ دخل
ہو سکتا ہے نہ ہونا چاہیئے اس کا فیصلہ الہام و وحی سے ہوتا ہے اُسی پر
اس تعین و تشخیص کا دارو مدار۔ سب سے پہلے یہ دیکھنے کی ضرورت کہ یہ
الہام و وحی صحیح ہے یا نہیں۔ اس امر کو جس کسوٹی پر چاہو اچھی طرح پرکھ لو
اور جب کسی چیز کا الہام و وحی ہونا معلوم ہو جائے تو اس کے بعد جس چیز کو
الہام و وحی بُرا بتائے بے چون وچرا مان لیا جائے کہ بیشک وہ بُری ہے،
خواہ اس کی بُرائی ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے اسی لئے فرمایا گیا۔

مَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۔ (القرآن - ۷:۵۹)

(رسول تمہارے لئے جو لائیں اُسے لے لو اور جس چیز سے منع کریں اس سے
بچے رہو) قتل نفس ہو یا زنا، چوری ہو یا اور کوئی بد معاشی، جس چیز کو بھی اُس
سرکارِ رسالت نے بُرا بتایا، وہ بُری اور وہی رُوحانی بیماری۔ جب کبھی
کوئی بدنی بیماری پیش آتی ہے بلغم، سودا، صفرا خون ان میں سے کوئی خِلط
حدِ اعتدال سے بڑھتا ہے فساد آتا ہے طبیب منضج پلا کر مادہ اکھاڑ کر مسہل
دیتا اور تنقیہ کرتا ہے۔" جب تنقیہ سے صفائی ہو جاتی ہے قوت کی دوائیں
اور عمدہ غذائیں کھانے کی اجازت دیتا ہے، جو دوا وہ کھلائے کھانی ضروری
اور جس چیز سے وہ بچائے بچنا واجب۔ اسی طرح بلا تمثیل امراض روحانی کے مبتلا
کے لئے طبیبِ روحانی کی ضرورت، اور جو وہ بتائے اس پر عمل کرنے کی حاجت۔"

ضرورتِ شیخ

اگر امراضِ رُوحانی میں مبتلا ہو، خطرات ماسویٰ اللہ کا ہجوم ہے اور ہلاکت کا اندیشہ، طبیب کو ڈھونڈو جو خود تندرست ہو۔ صحیح الدماغ والحواس ہو مرض کی حقیقت جاننے والا ہو اور مزاج کو بھی پہچاننے والا صرف عقل کے گھوڑے دوڑا کر آپ کو طبع آزمائی کا آلہ بنانے والا نہ ہو بلکہ تجربہ کار اساتذۂ طِب، حکماءِ مشہور کے اقوال سے تمسّک رکھنے والا اور اُس شاہ راہ پر چلنے والا ہو جس پر چل کر بہت سے مریض تندرست ہو چکے ہوں۔ وہ زبردست طبیب جن کے پاس نہ صرف دوا ہے بلکہ نسخۂ شفاء، جن کے علاج نے کبھی خطا نہ کی۔ ایک دو نہیں بلکہ لاکھوں کروڑوں لاتعداد و لاتحصیٰ ایسے زبردست بیماروں کو جو پابگور تھے جن کے قلوب زنگارِ معاصی سے اس قدر سیاہ ہو چکے تھے کہ مہرِ منیر ایمان کی تجلّیات کا منعکس ہونا ہی از قبیلِ محالات تھا۔ آناً فاناً نہ صرف صحیح و تندرست بنایا بلکہ ایسا زبردست پہلوان کر دکھایا کہ بڑے بڑے شہہ زور اُن کے نام سے تھرّاتے اور بڑے بڑے بادشاہ ان کے ڈر سے لرزہ میں آتے۔ سیّدِ کونین رسُولِ الثقلین طبیبُ القلوب شفیعُ الذّنوب سرکارِ مکّہ مولائے مدینہ ہیں صلّی اللہ تبارک وتعالےٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وبارکَ وسلّم۔ اس لئے سب سے مقدم یہ امر کہ اُن کے دربار کے سند یافتہ ان کی درس گاہ کے تعلیم یافتہ ایسے شخص کی طرف رجوع کرو جس کا سلسلہ، حضور نبی کریم صلّی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم تک صحیح ہو۔ صحیح الحواس ہو نہ کہ مجذوب۔ مرض و مزاج کی پہچان رکھتا ہو۔ عالِم بکتاب اللہ ہو، اور خود صحیح المزاج یعنی متبعِ سُنّت سنیہ و معرض عن الاثام و المعصیۃ ہو اگر اس میں یہ صفات موجود نہیں ہیں تو خود بھی ڈوبے گا اور تم کو بھی لے ڈوبے گا۔ اگر مکّار ہے اور بندۂ شکم، شیروں کے لباس میں گدھا ہے۔ بچو بچو! تم متردّد ہو گے کہ ہم پہچانیں کیوں کر؟ کرامتوں پر نہ بھُولنا۔ مکاشفات پر نہ ریجھنا بزرگوں نے فرمایا کہ اگر کسی کو ہَوا پر اُڑتا دیکھو اور پانی پر چلتا۔ لیکن سنّت کے خلاف پاؤ سمجھ لو کہ وہ زندیق ہے ؎

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نہ باید داد دست

ان شرطوں کو دیکھ لو کتاب و سُنّت کی کھُلی ہوئی کسوٹی پر پرکھ لو، نسبتِ صحیح اگر حضور اکرم روحی فداہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم سے رکھتا ہے ضرور اُن کے دربار میں مؤدّب ہوگا۔ اطبّاءِ رُوحانی یعنی اولیائے کرام کی شان میں ہر آن ہر لحظہ پاسِ ادب رکھے گا۔ اگر گستاخ و بے ادب ہے دولتِ علمِ الٰہی سے محروم ہے اور بدنصیب، زنہار زنہار اُس کے قریب نہ جانا۔ [۱] اِیَّاکُمْ وَ اِیَّاھُمْ لَا یُضِلُّوْنَکُمْ وَلَا یَفْتِنُوْنَکُمْ ؎

از خدا خواہیم توفیقِ ادب — بے ادب محروم ماند از فضلِ رب
بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد — بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد!

---

۱ تم اُن سے بچے ہی رہنا کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں اور فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ (الحدیث)

وہ خود مریض ہے تمہیں کیا شفا دے گا۔ ہاں جو، اِن شرائط میں کامل
ہے وہی تمہارے لئے فاضل، اس کی ذات کو غنیمت سمجھو۔ اعتقاد شرط ہے۔
اگر طبیب ظاہر سے بدعقیدہ ہو گے، دوا کے متعلق پہلے ہی سے یہ سمجھ لو گے، کہ
فائدہ نہ دے گی تو مشہور بات ہے کہ اثر نہ ہوگا، یا ہوگا تو بدیر۔ لہٰذا صحیح اعتقاد
کے ساتھ اُسی کو اپنا ہادی اور رہبر سمجھ کر، مؤدبانہ حاضر ہو۔ شرمندگی کے آنسو
بہاتے ہوئے سچے دل سے توبہ واستغفار کا منضج ومسہل استعمال کرو اور
قدرتِ الٰہی کا تماشا دیکھو۔ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ۔[1] (حدیث)

تزکیۂ قلب

رُوحِ حیوانی کا مَولِد قلب ہے، روحِ حقیقی کے ساتھ بھی قلب کو
ایک خاص تعلق اسی لئے کہا گیا ہے کہ اِنَّ فِیْ جَسَدِ اٰدَمَ لَمُضْغَةً لَوْ فَسَدَتْ
فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّهٗ وَلَوْ صَلُحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ کُلُّهٗ اَلَا وَھِیَ الْقَلْبُ
اَلَا وَھِیَ الْقَلْبُ۔[2] (حدیث) جب تک معاصی سے اجتناب تھا قلب پاک
تھا۔ احادیث میں یہ مضمون موجود کہ ایک معصیت قلب پر ایسا کام کرتی
ہے جیسے زنگار کا ایک نقطہ چمک دار لوہے پر۔ پس غور کرو کہ چمک دار
لوہا جس میں تمہارا مُنہ نظر آتا ہے کچھ دنوں کیچڑ میں پڑا رہا زنگ کے نقطے

---

[1] گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا کہ گویا اس نے کبھی گناہ کیا ہی نہ تھا۔ [2] آدمی کے جسم میں ایک پارہ
گوشت ہے اگر اس میں فساد آیا اگر وہ اصلاح پذیر ہوا تمام بدن اصلاح پذیر ہوا۔ خبردار ہو جاؤ وہ
قلب ہے ہوشیار ہو جاؤ وہ دل ہے غور سے سُن لو وہ دل ہے۔ ۱۲

لگتے لگتے اس کو کالا بنا دیں گے تب اس کی اصلاح کی کیا تدبیر؟ کسی لوہار کو تلاش
کرو وہ اس زنگ آلود سیاہ لوہے کو بھٹی میں ڈال کر دھونکنی سے آگ کو
دھونکے گا۔ یہاں تک کہ لوہا اچھی طرح تپ جائے اور حرارت اس کے
رگ وپے میں اس طرح سرایت کر جائے کہ خود انگارہ معلوم ہونے لگے، اس
وقت لوہار اَہرن پر رکھ کر ہتھوڑے سے کُوٹے گا زنگ دُور ہوگا، پانی میں
غوطہ دے کر دھوئے گا، پھر صیقل کرے گا۔ وہی زنگ آلود سیاہ لوہا آئینۂ
سکندری کی طرح شفاف ہو کر جمالِ محبوب دکھانے کے قابل ہو جائے گا۔
بلاتمثیل اسی طرح وہ مصفّٰی ومجلّٰی قلب جو زنگارِ معاصی وتکدّراتِ ماسویٰ
اللہ سے آلودہ ہو کر سیاہ پڑ گیا ہے، قلوب پر صیقل کرنے والے، یعنی تزکیۂ
باطنی فرمانے والے (جن کی شان میں فرمایا گیا یُزَکِّیْهِمْ وہ اُن کا تزکیہ
فرماتے ہیں) سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر
کرو۔ ان کے دربار کے خادم اُن کے ساتھ صحیح نسبت رکھنے والے اسی صیقل
گری کے سند یافتہ شیخ کی خدمت میں لاؤ۔ وہ محبّتِ الٰہی وایمان کی چنگاری
باطنی قوت سے تمہارے قلب میں ڈالیں گے اور تمہیں سکھائیں گے کہ
لَا اِلٰہَ کی دھونکنی سے اُسے دھونکو اِلَّا اللہُ کی ضربوں سے اُسے کُوٹو اور
مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ کے مُبارک ذکر کے آبِ رحمت میں اسے غوطہ دو، پھر
ذکر اسمِ ذات سے اس پر صیقل کرو۔ کفر وشرک کے جلی داغ اس طرح
جائیں گے لَا کو قلب سے اُٹھاؤ دائیں شانہ تک لاؤ۔ اِلٰہَ کے ہمزہ کو شانہ
سے اُٹھاؤ اور لَا کو دماغ تک کھینچ کر ہا دماغ سے نکال کر عرش تک پہنچاؤ
کہ تمام معبودینِ باطلہ فنا ہوں، "لامعبود کا تصوّر ذہن میں رہے وہاں سے

فیوض الٰہیہ کو لئے ہوئے الٰہی جلال و قوت کی ضرب اِلَّا اللہ قلب پر دو تاکہ خدائے
قدوس کی تجلیاتِ قلب پر پرتو فگن ہوں، اور دل میں بیٹھ جائے کہ "بس وہی
ایک معبود ہے"۔

جب یہ مضمون دل پر جم جائے شرک و کفر، کذب و زور، وغیرہ
کا مجموعۂ نفاق یا ریا کا شائبہ بھی باقی نہ رہ جائے اس وقت لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللہ
کے تصور کے بجائے لَا مَقْصُوْدَ اِلَّا اللہ کا تصوّر کرو، یہ ہے انقطاعِ ماسوی
اللہ جب تک تن دہی سے ایک ہی جانب رجوع کر کے یک سوئی
CONCENTRATION کے ساتھ متوجہ نہ ہو گے مطلب حاصل نہ ہو گا۔

لہٰذا اچھی طرح دل میں جمائیے کہ میرا مقصود سوائے اللہ کے
کوئی نہیں ہے اور کوئی جس کا وسوسہ دل میں باقی ہے۔ تکبر جس کا نقطہ
قلب پر لگا ہے، بلکہ خود اپنی ہستی جو ایک پردہ بن کر راہ میں حائل ہے
انانیت کی صورت میں کہیں رنگ نہ لائے اس لئے اس حقیقت پر غور کرو
کہ وہی تھا اور کچھ بھی نہ تھا، وہی رہے گا اور کچھ بھی نہ ہو گا۔ یہ تمام ظل ہو یا ظہور
فی نفسہ کچھ بھی نہیں۔ اس کو بھی ہٹاؤ اور لَا مَقْصُوْدَ اِلَّا اللہ کے بجائے تصوّر کرو
لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللہ یہ ہے وہ زبردست تنقیہ جس کو اصطلاحِ صوفیا میں
جاروب قلب کے نام سے موسوم کرتے ہیں ؎

تا بہ جاروب لا نہ روبی راہ   نہ رسی در سرائے اِلَّا اللہ

اس میں دوا بھی ہے اور غذا بھی، مرض بھی جائے گا اور قوت بھی آئے گی،
اس کے مختلف طریق ہیں، چہار زانو یا دو زانو بیٹھ کر، بلند آواز سے،
خواہ پست آواز سے خواہ سانس کے ساتھ تصوّر ہی تصوّر میں، خواہ

حبس دم کے ساتھ محض تخیل، سے خواہ بلا حبس دم خیال ہی خیال میں۔ اس لئے
کہ اصل مطلب دھیان کا جمانا اور یکسوئی پیدا کرنا ہے۔ جس مریض کے لئے
جیسا مناسب ہو یہ طبیب بتا سکتا ہے اسی تنقیہ کو "تزکیۂ قلب" کے نام
سے یاد کیا جاتا ہے۔

علمِ تصوّف

وہ مقدّس و مبارک علم جو قلب کو ذمائم کی نجاست سے پاک
بنانے کی ترکیب سکھائے اور صفائے باطن کا طریق بتا کر رُوح کو اُس کی
معراجِ کمال تک پہنچانے اور رفیقِ اعلیٰ سے وصالِ حقیقی پانے کی طرف دال
ہو۔ تصوّف کہلاتا ہے۔ تزکیہ و عروج کے طریقہ کو سلوک، اس راہ کے
چلنے والے کو سالک یا متصوّف، اور منتہی کو صوفی کہتے ہیں۔

بفحوائے ع عشرتِ قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا

وہ روح جو اُس ربِّ قدیر کے ساتھ خاص نسبت رکھتے ہوئے
اِس عالمِ ناسوت میں جسمِ انسانی کے قفس میں مقید ہوئی، ہر آن و ہر لحظہ
بے چین ہے اپنے مطلوب کے وصال کے لئے بے تاب ہے اپنی اصل
تک پہنچنے کے لئے، کما قال الشیخ المعنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ؎

نے چوں حکایت میکند   وز جدائی ہا شکایت میکند

جب اِس دولت لازوال وصال سے مالا مال ہوتی ہے تو اُس
حیّ و قیّوم قادرِ مطلق سے وصال، سوچو کہ رُوح کو کن کمالات کی طرف دال
ہو گا۔ بلا تمثیل قطراتِ آب، بصورتِ سحاب، بحرِ ناپیدا کنار سے

اُٹھ کر زمین پر برس کر دریا کی صورت میں کوہ و بیابان کی سیر کرتے اپنی اصل اور اپنے مطلوب کی طرف دوڑے چلے جارہے ہیں، تا آنکہ وہی منبع ومخزن وہی سمندر ہے، اور وہ قطرہ، سمندر کی ہر طوفان خیز موج، انہی قطروں کا وجود اپنے اندر رکھتی ہے۔ مگر حاشا تمثیل کو حقیقی تمثیل نہ سمجھنا، وہاں تجزّی ہے یہاں تجزّی محال، اُس ذات بے چون و چگون کے انوار کی ایک تجلّی، اُسی کے ارشادِ کُن کا ایک جلوہ ہے جب اپنی حقیقت میں گُم ہوا تمام عوالم اُس کے ماتحت، سب اشیاء اسی کے تحتِ تصرّف
كَمَا لَا يَخْفٰى عَلَيْكَ بَعْدَ اِدْرَاكِ حَقِيْقَةِ الْاَوْلِيَاءِ۔

اس منزل تک رسائی اور اس دریائے وحدت کی شناوری کے لئے اسی سلوک پر گامزن ہونے کی ضرورت جس کا پہلا مقدمہ تزکیہ ہے اور اس کی پہلی صورت :

التَّوبَۃُ النَّصُوح

سچّے دِل کی توبہ

توبہ و استغفار کرنے اور معاصی ومنہیات سے بچنے کا ارادہ قوی کرنے کے بعد روحانی ارتقاء وترقی کی ورزشوں کو علی الترتیب عمل میں لائیے۔

پہلے اس خدائے جلیل وجبار کی حمد اس کی جلالت وجبروت کے اقرار، اور اپنے مقصود کے اظہار، کے لئے سورۂ فاتحہ پڑھ کر بجالائیے، پھر اس کا تصور سورۂ اخلاص تین بار پڑھ کر اس طرح جمائیے کہ وہ ایک

ہے، بے نیاز ہے نہ اس کے کوئی بیٹا نہ وہ کسی کا بیٹا نہ کوئی کسی عنوان سے اس کا شریک وسہیم۔

روحِ حقیقی اس جسدِ خاکی کے ہر ہر بنِ مُو میں پر تو فگن لیکن ہر اُس مقام کو جہاں اُس کے جلوہ اپنا خاص رنگ دکھاتے ہیں۔ اصطلاحِ مشائخ وصوفیائے نقشبندیہ میں لطائف کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

سُلُوکِ نَقشبَندِیہ مُجَدّدِیہ

اس مشرب مبارکہ میں عالم امر وخلق دس لطائف پر منقسم، بلا تمثیل جیسے ڈمبل کے ذریعہ ورزش کرنے والا ورزش کے وقت اعصاب واعضاء کا خاص لحاظ رکھتا ہے جن کو اس مشرب مبارکہ شیخ الشیوخ زمان جدید کے صحیح نبض شناس حضرت سرکار امام ربانی مجدّد الف ثانی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس ترتیب سے مدون فرمایا۔

ان دسوں لطیفوں سے اوّل علیحدہ علیحدہ کام لیجئے اور اس ورزش اور کام لینے کی ترکیب یہ ہے۔

ترکیبِ ذکر (۱) دو زانو یا چہار زانو قبلہ رُو بیٹھئے خدائے ذوالجلال کی طرف متوجہ ہو کر نہایت تضرع وزاری، کے ساتھ غفلت و معصیت پر نادم ہو کر پچیس بار یا کم از کم تین بار یہ پڑھئے اَسْتَغْفِرُ اللہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْہِ۔

(۲) پھر پانچ مرتبہ اس سرکار والاتبار احمد مختار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربار میں ہدیۂ درود وسلام پیش کیجئے۔

(۳) مِنْ بعد خُدائے جلّ و علاکی حمد و ثنا کرتے ہوئے اپنی عبودیت کا اقرار، اور مقصد کا اظہار سورۂ فاتحہ ایک بار پڑھ کر سورۂ اخلاص تین بار تلاوت فرما کر کیجئے اور اس کا ثواب تمام انبیاء و مرسلین و مشائخ و صوفیا علیہم الصّلوٰۃ والتسلیم و رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ارواحِ طیبہ کو پہنچا کر اُن کے صدقہ میں مالکِ جلّ و علا سے دعا مانگیئے کہ خداوندا اپنے اِن مقربین کے صدقہ میں مجھ پر بھی فیض و رحمت و معرفت کا دروازہ کھول۔

مشق اوّل

ذکرِ لطیفۂ قلب

زبان کو تالو سے لگائیے، (سانس بند نہ کیجئے) اور یہ دھیان جمائیے کہ بائیں پستان سے دو انگشت نیچے قلب اَللّٰہُ اَللّٰہُ کر رہا ہے۔ اوّل اوّل ویسے ہی دھیان جمائیے۔ پھر تسبیح پر شمار کرنا شروع کیجئے، جب سَو مرتبہ اس طرح ذکر کر چکیں تو ٹھیر جائیے اور دل ہی دل میں اس طرح دُعا مانگیئے کہ :۔

اِلٰهِیۡ اَنۡتَ مَقۡصُوۡدِیۡ وَمُرَادِیۡ، وَرِضَاكَ مَطۡلُوۡبِیۡ وَاِلَیۡكَ اِسۡتِنَادِیۡ۔ (تَرَكۡتُ الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَةَ لِاَجۡلِكَ) فَاَتۡمِمۡ عَلَیَّ نِعۡمَتَكَ

ؔلہ میں نے دُنیا و آخرت کو تیرے لئے ترک کیا۔ (اس جملہ کو اسی وقت ادا کیجئے جبکہ اس مضمون پر دل جما ہوا ہو ایسا نہ ہو کہ مالک کے سامنے کذب بیانی ہو جائے۔ اگر یہ کیفیت نہ ہو تو استثنا اِس جملہ کے بقیہ دُعا پڑھیئے

بِفَضۡلِكَ، وَارۡزُقۡنِیۡ اِلٰی حَضۡرَتِكَ وُصۡلَةً كَامِلَةً وَّهَبۡ لِیۡ مِنۡ لَّدُنۡكَ مَحَبَّةً جَامِعَةً وَّمَعۡرِفَةً شَامِلَةً (یا اللہ میرا مقصود و مُراد تو ہی ہے، تیری ہی رضامندی مجھے مطلوب، تو ہی میرا سہارا، پس اپنے فضل سے مجھ پر اپنی نعمتوں کو پورا کر اور مجھے اپنی جناب میں کامل وصل عطا فرما اور مجھ کو اپنی خاص جامع محبّت اور ہر حال میں شامل معرفت نصیب فرما) ہر سو مرتبہ ذکر کے بعد اسی طرح دعا مانگتے جائیے، جس قدر دیر تک دل لگے اور گھبراہٹ نہ پیدا ہو ذکر کرتے رہیئے اور بتدریج اس مشق کو بڑھائیے دن رات میں جتنی بار بیٹھ سکیں بیٹھئے اور جس قدر ذکر کر سکیں کیجئے یہاں تک کہ پچیس ہزار کی تعداد پوری ہو جائے پھر اسی طرح لطیفۂ رُوح کی طرف متوجہ ہو جائیے۔

مشق دوم

ذکرِ لطیفۂ رُوح

دائیں پستان سے دو انگشت نیچے محلّ روح ہے، جس طرح مشق اوّل میں قلب کے ذکر کرنے کا تصور باندھا تھا، اب یہ ترکیب مذکور زبان کو تالو سے لگائیے اور یہ دھیان جمائیے کہ لطیفہ رُوح اَللّٰہُ اَللّٰہُ کر رہا ہے۔ سَو بار ذکر کر لینے کے بعد ٹھیر جائیے، دُعائے بازگشت پڑھیئے اور اس لطیفہ سے پندرہ ہزار بار تعداد ذکر کو پورا فرما کر پھر مشق اول کو دُہرائیے اور قلب سے دس ہزار ذکر فرمائیے۔ اب لطیفۂ سِر کی طرف توجہ کیجئے۔

مشق سوم

ذکرِ لطیفۂ سِر

بائیں پستان سے دو انگشت اوپر محلِ لطیفۂ سِر ہے، جس طرح مشق اوّل و دوم میں قلب و روح سے ذکر کیا' اب یہ دھیان جمائیے، کہ لطیفۂ سِر اَللّٰہُ اَللّٰہُ کر رہا ہے۔ دھیان جمنے کے بعد شمار شروع کیجئے ہر سیکڑہ پر دُعائے بازگشت پڑھتے رہیئے، اور اس لطیفہ سے پندرہ ہزار بار ذکر کیجئے، پھر مشق اول کے مطابق قلب سے ۵ ہزار اور مشق دوم کے مطابق رُوح سے ۵ ہزار ذکر فرمائیے، اب لطیفۂ خفی کی طرف توجہ کیجئے۔

مشق چہارم

ذکر لطیفۂ خفی

دائیں پستان سے دو انگشت اوپر، محلّ لطیفۂ خفی ہے، جس طرح سابقہ مشقوں میں قلبؔ و رُوحؔ و سِرؔ سے دھیان جمایا تھا، اب یہ تصور باندھیئے کہ لطیفۂ خفی اَللّٰہُ اَللّٰہُ کر رہا ہے۔ ذکر جاری ہونے کے بعد شمار کیجئے، ہر سیکڑہ پر دُعائے بازگشت پڑھتے رہیئے، تاآنکہ کل تعداد ذکر اس لطیفہ سے پندرہ ہزار بار ہو جائے، پھر قلب سے ۴ ہزار روح سے ۳ ہزار سِر سے ۳ ہزار ذکر فرمائیے، اب لطیفۂ اخفیٰ کی طرف توجہ کیجئے۔

مشق پنجم

ذکر لطیفۂ اخفیٰ

دونوں پستانوں کے درمیان سینہ کے وسط میں محلِ لطیفہ اخفی ہے، جس طرح سابقہ لطائف سے مصروفِ ذکر رہے اسی طرح اب یہ خیال جمائیے، کہ لطیفہ اخفی اَللّٰہُ اَللّٰہُ کر رہا ہے۔ ذکر جاری ہونے کے بعد شمار شروع کیجئے ہر سیکڑہ پر دعائے بازگشت پڑھتے رہے اور اس لطیفہ سے تعداد ذکر کو ۱۳ ہزار تک پہنچائیے، پھر قلب سے ۳ ہزار رُوح سے ۳ ہزار سِر سے ۳ ہزار خفی سے ۳ ہزار ذکر فرمائیے۔ اب لطیفۂ نفس کی طرف توجہ کیجئے۔

مشق ششم

ذکر لطیفۂ نفس

اس کا محل خاص پیشانی کے وسط میں ہے عالم خلق کے بقیہ تمام لطائف بھی اسی کے ساتھ منسلک۔ جس طرح سابقہ مشقوں میں لطائف عالم امر سے فرادیٰ فرادیٰ ذکر کا دھیان جمایا تھا اب تصور باندھیئے کہ لطیفۂ نفس اَللّٰہُ اَللّٰہُ کر رہا ہے، جس کا اثر لطائف آب و آتش خاک و باد (اربعہ عناصر جن سے قالب انسانی مرکب ہے) پر اس طرح پڑھ رہا ہے کہ تمام بدن کے رونگٹے سے ذکر اسم ذات اَللّٰہُ اَللّٰہُ جاری ہے جب اچھی طرح یہ کیفیت جم جائے، تب شمار شروع کیجئے اور ہر سیکڑہ پر دُعائے

باز گشت پڑھتے رہیئے اور اسی انداز پر ۱۵ ہزار تک ذکر کی تعداد پہنچائیے، پھر قلب سے ۲ ہزار رُوح سے ۲ ہزار سِر سے ۲ ہزار خفی سے ۲ ہزار اخفیٰ سے ۲ ہزار ذکر فرمائیے۔

ھدایت :- جب اچھی طرح تمام لطائف سے ذکر جاری ہو جائے اور یہ حالت پیدا ہو جائے کہ جس لطیفہ کی طرف خیال کریں فوراً ذکر کا دھیان جما ہوا معلوم ہو تب مستقل طور پر روزانہ اندازاً جس تعداد میں ذکر کرنا ہے کیجیئے اس کے علاوہ تھوڑا سا وقت نفی و اثبات کے لئے بھی وقف کیجیئے اور مشق ہفتم عمل میں لائیے۔

مشق ہفتم
ذکر نفی واثبات

بہ ترکیب مذکور بیٹھ کر زبان کو تالو سے لگا کر دھیان جما کر ناف سے لَا کو اُٹھائیے اور خیال ہی خیال میں کھینچتے ہوئے شانے تک لائیے، وہاں سے اِلٰہَ کو اُٹھا کر دماغ تک پہنچائیے اور لَا کو دماغ سے نکال کر عرش تک لے جائیے، وہاں سے بذریعہ قوتِ متخیلہ انوار الٰہی لئے ہوئے اِلَّا اللّٰہُ کی ضرب خصوصاً قلب پر دیجیئے، جس کا اثر تمام لطائف پر پہنچے ایک سو ایک بار تسبیح پر گن کر اس مشق کو کیجیئے اور پھر زبان سے کہیئے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور سمجھیئے کہ میں اُس سرکار کی غلامی میں داخل ہوا اور حضورؐ کا فیض میرے رگ و ریشہ میں سرایت کر گیا، پھر وہی مذکورہ دعائے باز گشت پڑھیئے۔

ھدایت :- یہ تمام مشقیں برابر جاری رہیں یہاں تک کہ ذکر میں اس درجہ استغراق و بے خودی طاری ہو جائے کہ فکر میں دل لگنے لگے اور ذوقِ صحیح حاصل ہو، اب (فکر) مراقبات کی طرف متوجہ ہو جائیے، ذکر کی کثرت سے مراقبات میں مدد ملے گی۔

مراقبۂ اَحدِیت

باوضو چہار زانو رُو بقبلہ، زبان کو تالو سے لگا کر آنکھیں بند کر کے قلب کی طرف متوجہ ہوں اور صورتِ شیخ کو سامنے تصور کر کے یہ دھیان کریں کہ "بے چوں و بے چگوں بے شبہ و بے نموں تمام صفات سے موصوف اور تمام نقصانات سے منزّہ ذات کی طرف سے اس شیخ کے واسطے فیض آتا ہے۔"

کم از کم پندرہ دن تک، دس منٹ سے تیس منٹ تک اندازاً بتدریج بڑھاتے ہوئے اس مراقبہ کو کیجیئے اور فیضِ الٰہی کے آثار قلب پر مشاہدہ فرمائیے۔ (اس مراقبہ کو مشق اول و دوم و سوم ذکر کے ساتھ ساتھ بھی کر سکتے ہیں، تاکہ ذکر میں امداد ملے) نیز اس مراقبہ کے دوران، باوقات مختلف کلمہ طیبہ اکثر چلتے پھرتے وردِ زبان رہے۔

مراقبۂ مَعِیَّت

بہ ہیئت مذکورہ قلب کی طرف متوجہ ہو کر، یہ خیال کریں، کہ فیض آتا ہے۔ اس ذات سے جو میرے ساتھ ہے اور تمام عالم کو محیط ہے" یعنی اس

آیت کا تصوّر کرے۔ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ (وہ تمہارے ساتھ ہی ہے جہاں کہیں تم ہو)۔ (القرآن ۔ ۵۷:۴)

دس منٹ سے تیس منٹ تک اس مراقبہ میں مشغول رہیں اور ہر وقت چلتے پھرتے اُٹھتے بیٹھتے بھی اس مراقبہ کا خیال رکھیں، یہاں تک کہ اس کے اثرات پیدا و ہویدا ہوں اور یہ تصوّر اچھی طرح جم جائے۔

مراقبۂ اقربیّت

لطیفۂ نفس کی طرف متوجہ ہوکر

بہ ہیئتِ مذکورہ اس آیت کا تصوّر جمائیے کہ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ [1] یعنی یہ خیال کیجیے کہ "فیض آتا ہے، اس ذات سے جو میری رگِ گردن سے بھی زیادہ قریب ہے"۔ کثرتِ نوافل و تہجّد و مشق ذکرِ نفی و اثبات پر اس مراقبہ کے دوران میں مداومت ضروری ہے۔

مراقبۂ محبّت

بہ ہیئتِ مذکورہ لطیفۂ نفس کی طرف متوجہ ہو کر یہ دھیان کیجیے يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ [2] "فیض آتا ہے اس ذات سے، جو مجھ سے محبّت رکھتی ہے اور میں اس سے محبّت رکھتا ہوں"۔

اس مراقبہ میں انوارِ الٰہیہ بدنِ سالک پر بلکہ تمام عالم پر محیط معلوم ہوتے ہیں، ایک دائرہ وسیع تجلّیاتِ خاصہ و کیفیاتِ غیر مشعورہ کا پیدا ہوتا ہے، جس میں نفسِ انسانی مستہلک، قطرہ یا نقطہ کے مانند ہوجاتا ہے۔

[1] القرآن ۔ ۵۰:۱۶ ۔ [2] القرآن ۔ ۵:۵۴ ۔

مراقبۂ سیف القاطع

اس نام ہی سے اس کی کنہ حقیقت کا پتہ چلتا ہے۔ بہ ہیئتِ مذکورہ لطیفۂ نفس کی طرف متوجہ ہوکر یہ دھیان جمائیے کہ، اس ذات کی طرف سے فیض آرہا ہے جو اصل منشائے دائرۂ سیف القاطع ہے۔

مراقبۂ قوس (نصف دائرہ)

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى [1]

یہ ایک خاص مراقبہ ہے اور ولایت کبریٰ و دائرۂ امکان کی آخری سیڑھی، بہ ہیئت مذکورہ یہ دھیان جمائیے، کہ فیض آرہا ہے اس ذات سے جو منشاء و اصلِ دائرہ قوس ہے"۔

ولایتِ صغریٰ و ولایتِ کبریٰ

حضرات مشائخ نقشبندیہ مجدّدیہ اس دائرۂ امکان کو دو ولایتوں پر تقسیم فرماتے ہیں۔

(۱) ولایت صغریٰ (۲) ولایت کبریٰ

مراقبہ احدیت و مراقبہ معیت، ولایت صغریٰ میں ہیں اور مراقبہ قربیت و محبّت و سیف القاطع و قوس داخلِ ولایت کبریٰ۔

دائرۂ ولایت صغریٰ یعنی مراقبہ احدیت و معیت میں ظلال اسماء و صفات کی سیر ہوتی ہے، ماسوی اللہ کا خیال دل سے محو ہوتا ہے؛ نسبت

[1] القرآن ۔ ۵۳:۹

توحید غلبہ کرتی ہے، کبھی رقت طاری ہوتی ہے، بے خودی پیدا ہوتی ہے،
استغراق بڑھتا ہے، اور دوامِ حضور حاصل ہوتا ہے، اور معیت کا بھید
جس کی طرف الفاظ "وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ"[1] دال ہیں، قلب پر منکشف
ہوتا ہے اور وہ خصائص ستودہ جن کا مفہوم دائرۂ الفاظ سے نکل کر گوشۂ
دماغ میں ایک شکل مفروضہ رکھتا ہے، وجودِ سالک میں پیدا و ہویدا
ہوتی ہیں، یعنی

مقاماتِ عشرہ

توبہ۔ انابت۔ زہد۔ قناعت۔ ورع۔ شکر۔ صبر۔ توکل۔ رضا
تسلیم اجمالاً حاصل ہوتے ہیں۔

اب سالک میں اتنی قوت پیدا ہو جاتی ہے کہ کشفِ قبور، کشفِ
قلوب و کشفِ ارواح، اس کے لیے اُن کیفیات کے حاصل و مقامات پر
فائز ہونے کا ایک ادنیٰ کرشمہ معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اس مقام پر پہنچ کر اگر ان
بکھیڑوں میں پڑا اور یہیں کا ہو رہا تو ایک سخت محرومی ہے، طالبِ صادق
کا کام ہے کہ اس سے آگے بڑھے۔ اگر اس کی طلب تھی تو یہ حاصل ہوا، مگر یہ
خود ماسوی اللہ میں داخل۔ کشف القبور میں صاحب کی قبر کی طرف متوجہ
ہوئے، اس کی حالت کا پتا چلایا بلکہ اس سے باتیں کیں، فیض بھی لیا،
کشف القلوب میں کسی کے دل کی بات معلوم کر لی، اس کے خطرات پر
آگاہ ہو گئے، کشفِ ارواح میں عالمِ ارواح کی سیر کی جن روحوں سے ملنا
چاہا ان کی حالت معلوم کی، یہ سب کچھ ہوا اگر اس لئے تھا کہ ذوق و شوق

[1] القرآن ۔ ۵۷ : ۴

بڑھے، ہمت بلند ہو، پرواز کی جرأت ہو۔ سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلهِ اب اس
سے آگے چلو کہ، میدان وسیع ہے اور منزلِ مقصود کہیں اور ؎

اے برادر بے نہایت درگہیست
ہرچہ بروے می رسی بروے مایست

ہوشیار رہنا، کہیں یہ کیفیات اُس مطلوبِ حقیقی سے غافل نہ کر دیں
جس کے سُراغ میں گھر سے نکلے ہو، ریل میں بیٹھ کر جا رہے ہو، رستہ میں عجیب
عجیب مناظر نظر آئیں گے، دشت و بیابان میں سبزہ زار کا سماں ضرور دل کش
ہو گا۔ دامنِ کوہ میں پانی کا مچلنا، چشموں کا اُبلنا، یقیناً دل فریب ہو گا، روح کو
فرحت، قلب کو راحت ملے گی اور ضرور ملے گی، مگر ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں،
وہ نظر فریب ادائیں، اگر ایسی بھائیں کہ وہیں بیٹھ رہے، تو ادھر گھر بار چھوڑا،
اُدھر مقصود نہ ملا، دُوسرے یہ خوف ہے کہ، اس سبزہ زار میں جہاں ہرن
چوکڑیاں بھر رہے ہیں، بلبلیں چہچہا رہی ہیں، طوطی نغمہ گا رہی ہے، شیرِ بیابان
بھی کسی نہ کسی جھاڑ میں چھپا ہو گا، سانپ اور بچھو بھی اسی سبزہ زار میں پنہاں
ہوں گے نفس و شیطان کا شیر، خودی و انانیت کے سانپ اور بچھو، کہیں
کام تمام نہ کر دیں۔ اور خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ کی نوبت نہ آئے، اس لئے ولایت
کبریٰ میں قدم رکھو، اس ولایت میں جذبات ہوں گے، مگر بدمزگی و کم حلاوتی
سے وہ لطف و حظ جو ولایت صغریٰ کے مناظر میں تھا، اگرچہ نہ ہو گا، مگر
نگرانی تفوق پیدا ہو گی اور شرح صدر۔ یہی اس ولایت کی علامتِ تکمیل ہے۔ اب
عالمِ امکان کے ہر علم کا چشمہ اس بحرِ ناپیدا کنار علوم کے سامنے ایک قطرہ
نظر آئے گا۔ موجودات کا جو ذرّہ سامنے آئے گا، اپنے لمعان تجلیات سے اثر

مقناطیس پیدا کرتے ہوئے جذب کرنا چاہے گا، مگر سالک حقیقی کا کام ہے کہ
آگے بڑھے، ہر ہر ذرہ میں اُسی ذات کو ظاہر سمجھتے ہوئے ولایت علیا میں
قدم رکھے اور

مراقبہ اسمِ ظاہر

اسی ہیئتِ مذکورہ کے ساتھ کرے، یہ سمجھتے ہوئے کہ فیض آرہا ہے اس ذات
سے جو منشائے "اسم الظاہر" ہے، لطائف آب و آتش و باد پر۔ پھر

مراقبہ اسمِ باطن

اسی ہیئتِ مذکورہ کے ساتھ کرے، فیض آرہا ہے اُس ذات سے جو منشائے
"اسم الباطن" ہے، لطائف آب و آتش و باد پر۔

مراقبہ
ھو الظاھر والباطن
دائرہ ولایت علیا
یا ولایت ملائکہ

اس ولایت علیا کی سیر کے وقت روح میں بدرجۂ غایت لطافت پیدا
ہوگی، اگر فضلِ الٰہی شاملِ حال ہے، تو وسعتِ باطن نصیب ہوگی، ملاءِ
اعلیٰ سے مناسبت بڑھے گی، اور ملائکہ کی زیارت و ملاقات حاصل ہوگی
اس مقام کی کیفیتِ عجیبہ جب طاری ہوں گی، تو ابتدائی درجات اس
کے سامنے ہیچ نظر آئیں گے، زنہار یہیں کے نہ ہو رہنا، وَلَقَدْ كَرَّمْنَا
بَنِيْٓ اٰدَمَ[1] کی حقیقت پر غور کرو، ملائکہ سے انبیاء کا مرتبہ ہے، دائرہ کمالات

[1] القرآن - ۱۷:۷۰

نبوت کی طرف قدم بڑھاؤ۔

مراقبہ
فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ
(۲:۱۱۵)

میں مشغول ہو، موردِ فیض، عنصرِ خاک کو سمجھو، اور دائرہ کمالاتِ نبوت کی
سیر کرو، پردۂ اسماء و صفات سے تجلی ذات کا مشاہدہ ہی نہیں بلکہ کیفیت
دوام تجلی ذات کا ذوق حاصل کرو۔ اس جگہ ایک نقطہ طے کرنا جمیع مقامات
ولایتِ صغریٰ سے افضل و بہتر ہے، اتباعِ سنت ہی وہ زینہ ہے، جس
کے ذریعہ اِن مقامات پر صعود میسر، فضلِ الٰہی شاملِ حال ہے تو قدم
بڑھائیے اور دائرۂ کمالاتِ رسالت میں گامزن ہو جائیے۔

مراقبہ
حقیقتِ ابراہیمی
فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ
حَنِيْفًا۔
(۳:۹۵)

موردِ فیض ہیئتِ وجدانی کو سمجھئے، اس مقام پر سالک کو اُنس خاص
حضرت حق سبحانہٗ تعالیٰ شانہٗ سے پیدا ہوتا ہے، اور تمام خلقت کی
طرف سے اس قدر بے التفاتی ہو جاتی ہے کہ کسی کا توسط بھی خوش نہیں
آتا، یہ مقام خلت ہے اور کثیر البرکات، درودِ ابراہیمی کی کثرت مفید
ہے۔

مراقبہ
حقیقتِ موسوی
"رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْكَ"
(۷:۱۴۳)

مورِدِ فیض ہیئتِ وجدانیِ سالک ہے، اور یہ مقامِ محبّت صرفہ ذاتیہ بتوسّط حضرت کلیم اللہ، کیفیت عجیب حاصل ہوتی ہے۔ باوجود ظہور محبّت ذاتی، شانِ استغناء و بے نیازی جلوہ فرماتی ہے۔

حقیقتِ محمدیہ
علی صاحبہا السلام
والتحیۃ

مورِدِ فیض ہیئت وجدانی سالک۔ معنی قول حضرت مجدّد رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کا دھیان کہ :-

"کہ من خدا را ازاں می پرستم کہ ربِّ محمدؐ است" صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

درودِ شریف صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِ الْخَلْقِ مُحَمَّدٍ کا وِرد روزانہ ایک ہزار بار بے حد مفید۔

حقیقتِ احمدیہ
علی صاحبہا السلام
والتحیۃ

بہ نسبت حقیقتِ محمّدیہ یہ حکم روح و جسد ہے۔ مورِدِ فیض ہیئتِ وجدانی سالک اس جگہ علو نسبت باشعشا و انوار عجیبہ ظہور فرماتے ہیں۔
اب تکمیل لطائف عشرہ ہوئی عروج و نزول و انجذاب تمام بدن

کو نصیب ہوگا۔ اس وقت دائرہ کمالات اولوالعزم کی طرف آیئے۔

دائرہ
کمالاتِ اولوالعزم

مورِدِ فیض وُہی ہیئتِ وجدانی سمجھئے، اور دل چاہے تو اپنے مشرب کی تلاش کیجئے، یعنی جس لطیفہ سے زاید فیض آتا ہو، وہی لطیفہ آپ کے مشرب پر دال ہوگا، مثلاً روح، ابراہیمی المشرب ہے، سر عیسوی المشرب، خفی موسوی المشرب، اور اخفی محمدی المشرب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وسلام اللہ وصلوٰۃ علیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین۔ اس کے آگے دو راہیں پیش آتی ہیں، ایک بجانب حقائق الانبیاء، دوسری بجانب حقائق الٰہیہ دائرہ، قیومیت بحث، علی الاختلاف مقامِ قطبیت و منصب اعظم ہے، بہ تقدیر الٰہی اولیائے خواص میں سے خاص کو مرحمت ہوتا ہے، البتہ اس کی سیر بتوجہ شیخ کامل میسّر۔

حقیقتِ کعبہ
یہ مقام سیر اوقات عظمت و کبریائی ہے
باطن سالک پر ہیئت وارد ہوتی ہے جب کہ
فنا و بقا حاصل ہوتی ہے تو سالک توجہ
جمیع ممکنات اپنی طرف پاتا
ہے۔

دائرۂ لاتعین
سیر قدمی موقوف صرف سیر نظری
ممکن ہے۔ صفاتِ ثمانیہ تکوین، قدرت
سمع، بصر، کلام، علم، حیوٰۃ وارادہ
میں سیر وغور وخوض

دائرۂ
حقیقتِ قرآن
عَظِیمَہ

دائرۂ
حقیقتِ
صَلوٰۃ

حب
صرفہ

یہ ہے وہ مبارک سلوک، جو حضرات مشائخ وصوفیائے نقشبندیہ کا معمول رہا ہے۔ صدر اول میں ایک نگاہ پرانوار سرکار نبی اکرم روحی فداہ صلّی اللّٰہ تعالےٰ علیہ وسلّم کیفیات ذکر وفکر پیدا کرنے والی اور مقامات طے کراتے ہوئے منزل مقصود تک پہنچانے والی ہوتی تھی، صحابۂ کرام اسی سراج منیر سے منور شدہ کواکب ونجوم تھے، اَصْحَابِی کَالنُّجُومِ بِاَیِّھِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ[1] اُنہی کی شان تھی، اصحاب میں اکبر، خلفاء ہیں

---

[1] میرے اصحاب ستاروں جیسے ہیں تم نے جس کسی کی پیروی کی ہدایت پائی ۱۲ (الحدیث)

اوّل، معیتِ نبوی صلّی اللّٰہ تعالےٰ علیہ وسلّم میں اخص، کہ معیت ذات کے منصبِ جلیلہ پر ممتاز، اور اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا[1] کے صاحب راز، حضرت صدّیق اکبر ہیں، رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہٗ وارضاہٗ، جنھوں نے مشکوٰۃِ نبوّت سے انوار اخذ کرتے ہوئے اس راہ کو پایا، اُن کے نقشِ قدم پر چلنے والے حضرات مشائخ نقشبندیہ ہیں، رضوان اللّٰہ تعالےٰ علیہم اجمعین، جنھوں نے سالکین راہ طریقت کی آسانی کے لئے ان قواعد وضوابط کو مرتب و مدوّن کرتے ہوئے عالم کے سامنے پیش کیا۔ مبارک ہیں وہ نفوس جو اس راہ پر گامزن ہوں، اور خوش نصیب ہیں وہ افراد جو فائز المرام ہوں، اور دولتِ وصالِ محبوب سے مالا مال، اُن سے عرض کہ ؎

چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی
بیاد آر حریفانِ بادہ پیمارا

اِس تزکیہ وتصفیہ اور فائز المرام ہونے کے لیے اور متعدد طریقے ہیں کَمَا قِیْلَ "اَلطُّرُقُ اِلَی اللّٰہِ بِعَدَدِ اَنْفَاسِ خَلْقِ اللّٰہِ"[2] راستہ ایک ہی ہے مرکب مختلف، یا مرکب ایک ہی ہے، درجات متفرق یا درجات برابر ہیں مگر گاڑیاں جُدا جُدا، جیسے ریل کے مختلف ڈبے، ہر ایک کے مختلف قواعد مخصوص اور محصول علیحدہ وہی قلب ہے جس کا تزکیہ مطلوب، وہی محبوب ہے جس سے وصال مقصود، جس طرح غذائیں سب عمدہ مزہ سب کا

---

[1] یقیناً خدا ہمارے ساتھ ہے۔ (القرآن۔ ۹:۴۰) [2] اللّٰہ تک پہنچنے کے رستے خلق الٰہی کے سانسوں کی تعداد کے برابر ہیں (یعنی ہر ایک کا مالک سے ملنے میں خاص نرالا انداز)

اچھا، قوت سب میں حاصل، لیکن میلانِ طبع بعض خاص قسم کی اغذیہ کیطرف،
واقعات روزمرّہ سے ہے۔ اسی طرح طرُق ذکر و فکر میں سالک جس طریقے
کی طرف اپنی طبیعت کو مائل پائے۔ یا جس راہ پر شیخ کامل لگائے۔ ہمّت و
استقلال کے ساتھ اس کی طرف متوجّہ ہوجائے بِحَوْلِ اللہِ وَقُوَّتِہٖ وَ
بِمَنِّہٖ تَعَالٰی اُمید حصول و وصول یقینی۔

سُلوکِ قادریہ

بحرِ ناپید اکنارِ توحید میں مستغرق ہوکر، مرتبۂ محبوبیت سے نوازے
جانے والے، جو اپنے مقام قربِ خاص ولایت پر ممتاز ہوکر قَدَمِی ھٰذِہٖ
عَلٰی رَقَبَۃِ کُلِّ وَلِیِّ اللہِ فرمائیں اور جملہ اولیائے زمانہ اُن کے قدوم
مبارک اپنی گردنوں پر لیں، محبوب سُبحانی، قطب ربّانی، غوث الثقلین،
مغیث الکونین، ربِ قادر کے قدرت نما پیارے سیدنا الشیخ عبدالقادر
جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، جنھوں نے اسلام کے مردہ وجود میں جان
ڈالی اور محی الدین کہلائے، مُردہ دلوں کو زندہ کیا اور محی حقیقی جل وعلا
کی حیات بخشی کے نمونے ظاہر فرمائے، نفس و شیطان پر موت کا پہاڑ
توڑا اور ربِ ممیت کی قدرت ممات کے جلوے دکھائے اُن کے
غلام اُنہیں اس طرح یاد کرتے ہیں ؎

گر زندہ کنی ہزار جاں در نفسے — گر می کشی از کرشمۂ ناز بسے
محی و مُمیتِ ما توئی در عالم — اے سرورِ ما عجز تو نداریم کسے

جب اپنی محبوبانہ، دلربایانہ، ادائیں دکھائیں، عالم کو دیوانہ و متوالا بنائیں،

عجمی کہلائیں اور عرب پر اپنی سطوت و جبروت کا سکّہ بٹھائیں ؎

آن ترک عجم چوں زمے حسن طرب کرد
بر پشت سمند آمدہ و صید عرب کرد
چوں کاکل ترکانہ بر انداخت ز مستی
غارت گری کوفہ و بغداد و حلب کرد

عربی تاجدار روحی فداہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے لاڈلے بیٹے اسی شہنشاہ
ہفت اقلیم کے قدم بہ قدم چل کر ؎

وَکُلُّ وَلِیٍّ لَّہٗ قَدَمٌ وَاِنِّیْ — عَلٰی قَدَمِ النَّبِیِّ بَدْرِ الْکَمَالِ

کہتے ہوئے جو نقشِ قدم اپنے قدم پکڑنے والوں کے لیے چھوڑتے ہیں سلوک
قادریہ کی صورت میں اس طرح پیش۔ زہے نصیب جو ان قدموں پر سر
جھکائے اور خوش قسمت جو اس راہ پر چل کر منزلِ مقصود پائے اور دولت
وصال سے مالا مال ہوجائے۔

اصولِ عشرہ یا عوالم کلّیہ

کشتیوں، ریلوں اور ہوائی جہازوں، میں سیر کرنے والے اصولِ مساحت کے اعتبار سے خشک صحراؤں اور بڑے بڑے سمندروں کو ماپیں اور کرۂ ارضی کی پیمائش (SURVEY) کرتے ہوئے اپنی دور بینوں اور آلات کے ذریعہ جو کچھ معلوم کریں اس کو ترتیب دے کر عالم کا نقشہ بنائیں اور جغرافیہ مدوّن کریں، ہم نے تم نے نہ ان کی طرح پیمائش کی، نہ اُن کی طرح سفر کیا، نہ ہم کو وہ آلات میّسر، نہ ہم اُس فنِ مساحت سے واقف جو کچھ انہوں نے کہدیا اس پر یقین اور جو کچھ وہ بتائیں بلا تحقیق اس کی تصدیق۔ اگر یہ اصول صحیح ہے اور دیکھنے والوں، جاننے والوں، تحقیق کرنے والوں کے کلام کا اعتبار کرنا دُنیا کا دستور، تو رُوحانی ممالک کی سیر فرمانے والوں، اقالیم ملکوت ولاہوت وجبروت کی مساحت فرمانے والوں اور اس جغرافیہ مافوق الارض کی پیمائش (SURVEY) کرنے والوں کے ترتیب دیئے ہوئے جغرافیہ کو بھی سن لیجئے۔ خدا توفیق دے ہمّت ہو تو خود سیر کرو خود تحقیق کرو معلوم ہو جائے گا کہ بے شک جو کہا گیا سچ تھا جو بتایا گیا واقعی تھا۔ سیرِ ارضی و مساحتِ دنیوی کے لئے آلات اور دُور بینیں درکار۔ اس

سیر میں قلبی آنکھوں اور روحانی دُور بینوں سے سروکار۔ وہاں اُن سے کام چلے، یہاں اِن کے ذریعہ راہ ملے، جغرافیۂ روحانی کی تفصیل تو سیر سے ہی معلوم ہوگی یہاں ایک اجمالی نقشہ دیتے ہیں اور فقط ممالک کی تقسیم بتاتے ہیں کہ ابتدا میں طلباء کو جغرافیہ ارضی بھی اسی طرح سکھایا جاتا ہے۔

ہر خطہ کے دیکھنے کے لئے جو آلۂ خاص آپ کے وجود میں موجود ہیں اس کی طرف اشارہ ہوگا اور وہاں کی پیداوار کا الوان و انوار کے الفاظ سے اظہار۔ آپ نے پہلے بھی دیکھا کہ اِن آلات کو اصطلاحِ صوفیا میں لطائف کے لفظ سے یاد کیا گیا۔ اس سلوک مبارکہ میں لطائف بسیط یا عوالم کلیہ دس بتائے جاتے ہیں اور انہیں کو اصول عشرہ کہتے ہیں۔

اصل اول
ولایت حضرت محبوبیت محمدیہ
علی صاحبہا السلام والتحیۃ

اس عالم کا نام عالم بہت یا ہاہوت ہے اور لطیفہ اخفی کو اس سے خاص نسبت یہاں ظہور عمائیہ حضرت ذات الٰہیہ ہے اور خلوت احدیت۔ جلوۂ علم ذاتی ہے، اور نوریت اخضریہ۔

اصل دوم
ولایت عیسویہ
علی صاحبہا السلام والتحیۃ

عالم ہویت یا ہاہوت۔ لطیفہ اخفی کو اس سے خاص نسبت یہاں ظہور صفات تنزیہیہ ہے اور خلوت وحدانیت، جلوۂ علم اجمالی ہے اور نوریت اسودیہ۔

اصل سوم
ولایت موسویہ
علیٰ صاحبہا السلام والتحیۃ

عالم الٰہیہ یا لاہوت۔ لطیفہ سر کو خاص نسبت، یہاں ظہور صفات شیونیہ ہے اور خلوت احدیت اس میں جلوۂ علم تفصیلی ہے اور نوریت ابیضیہ —

اصل چہارم
ولایت ابراہیمیہ
علیٰ صاحبہا السلام والتحیۃ

عالم روحیہ یا عالم جبروت، لطیفہ روح کو خاص نسبت یہاں ظہور مجرد از مادہ و جسمیت ہے اسی ولایت میں جلوۂ صفات سبعہ ہے اور اس کی نوریت اصفر ہے۔

اصل پنجم
ولایت آدمیہ
علیٰ صاحبہا السلام والتحیۃ

یہ عالم مثال ہے یا عالم ملکوت لطیفہ قلب کو اس سے خاص نسبت یہاں نوریت مجرد از جسمانیت ہے۔ لیکن مشبہ بصورت شہادت یہہ حضرت نوریت مثالیہ ہے اسی میں جلوہ فعلیہ الٰہیہ ہے اور یہاں کی نوریت احمریہ۔

اصل ششم
نفس

عالم نفسیہ؛ لطیفہ نفس کو اس سے نسبت خاص یہاں صورت جسمیہ مدبرہ حیوانیہ مقتضیۂ حرکات شہوانیہ ہے اس میں جلوۂ خالقیت ہے۔

اصل ہفتم
نار

عالم ناریہ۔ لطیفۂ نار کو اس سے نسبت اس میں بھی جلوۂ خالقیت۔

اصل ہشتم
ہوا

عالم ہوائیہ؛ لطیفۂ ہوا کو اس سے خاص نسبت یہ حضرت طیریہ ہے اس میں بھی جلوۂ خالقیت ہے۔

اصل نہم
ماء

عالم مائیہ؛ لطیفۂ آب کو اس سے نسبت، یہاں صورت جسمیہ مقتضیۂ برودت و رطوبت ہے اس میں جلوۂ خالقیت ہے۔

اصل دہم
ارض

عالم ارضیہ؛ لطیفۂ خاک کو اس سے نسبت صورت جسمیہ مقتضیۂ برودت و یبوست ہے یہ حضرت تمکین و سکینہ؛ اور کمالات نبوت کا اس سے انکشاف

یہ اجمال حقیقتاً جن عوالم کی تفصیل ہیں وہ ان ناموں سے مشہور۔

عالمِ لاہوت — اس میں باہوت و ہاہوت بھی داخل
عالمِ جبروت
عالمِ ملکوت
عالمِ ناسوت — اس میں اصولِ خمسہ از ششم تا دہم یعنی نار، ہوا، آب، خاک سب داخل،

سلوک سلسلہ علیہ عالیہ قادریہ (رضی اللہ تعالیٰ عن اہالیہا) انہیں چار عالموں
کے طے کرنے پر منطوی۔ سالک کی پہلی منزل عالمِ ناسوت، جس میں اصولِ خمسہ
نفس و نار و ہوا و آب و خاک داخل، سامنے ہے علی الترتیب ادنیٰ سے چل کر
اعلیٰ تک راہ پایئے اور ذیل کی مشقوں پر علی التدریج عمل فرمایئے۔

جسمِ انسانی چار عنصروں سے مرکب نار و ہوا، آب و خاک ضرورت
ہے کہ ان چاروں عناصر کی کثافت پر روحانی لطافت اس طرح غالب آجائے
کہ اس وجود میں باوجودِ مادیّت روحانی گلشن کی سیر کی قابلیت پیدا ہوجائے
اس لئے ہر ہر عنصر کی تطہیر کی حاجت۔ خاکی وجود پر ارضیت ہی غالب اسی
لئے پہلے اس عُنصر کی طرف توجہ درکار۔ یوں تو تمام جسم اسی سے مرکّب مگر
جسم میں اس کا محلِ خاص یا نقطۂ مرکزی زیرِ ناف اس لئے اس مقام سے
ابتدا کیجیے۔

مشق اوّل
تطہیر لطیفۂ خاک

بعد توبہ و استغفار و قرأت کلمۂ شہادت و فاتحہ حسبِ معمول دوزانو
یا چہار زانو قبلہ رُو بیٹھئے اور اس طرح ذکر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کیجیے۔

لا :- ناف کے نیچے محلِ لطیفہ خاک پر سانس روک کر لا کو کھینچ کر دماغ
سے اوپر بہ تصوّر ما فوق الی العرش المعلیٰ لے جایئے۔

اِلٰہَ :- تمام مادیّات کی نفی کا تصوّر کرتے ہوئے دائیں کاندھے پر لایئے۔

اِلَّا اللہ :- بائیں طرف لیتے ہوئے قلب پر ضرب دیجیے۔ آواز نہ بہت بلند نہ

بالکل پست بہتر یہ ہے کہ زبان سے ذکر کیجیے۔ ہاں اگر کچھ مواقع ہوں اور شیخ اجازت
دے تو صرف خیال ہی خیال میں کیا جاسکتا ہے۔

ضرب اِلَّا اللہ پر اس قدر سانس کو روکے رکھیئے کہ دم گھٹنے لگے۔ اس کے بعد
سانس کو آہستہ آہستہ چھوڑیئے زبان سے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ (صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم) کہیئے۔ اسی طرح جتنی دفعہ اور جتنی دیر ذکر کرنا ہے کئے جایئے چند
روز کے بعد جب ایک سانس میں ایک بار اچھی طرح ذکر جم جائے اور
سانس بچنے لگے تب تعداد کو بڑھایئے اور ایک سانس میں تین بار اسی
ترتیب سے "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ" کہیئے اور تیسری مرتبہ سانس چھوڑ کر مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہیئے جتنی بار ذکر کرنا ہے اسی طرح کئے جایئے
جب اس کی عادت بھی اچھی طرح ہوجائے تو تعداد کو اور بڑھایئے اور
ایک سانس میں پانچ مرتبہ فرمایئے پانچویں بار سانس چھوڑ کر مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہیئے اسی طرح عادت ڈالتے ہوئے بتدریج ایک
سانس میں ذکر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کی تعداد کو اکیس تک پہنچایئے۔

مراقبہ ذکر کے بعد تھوڑی دیر خاموش بیٹھئے اور قلب پر فیضِ ربانی
کا انتظار کیجیے۔

نتیجہ و طریقۂ امتحان

جب قلب میں حرارت و رقت پیدا ہو! سمجھئے کہ اجزائے ارضی میں صفائی پیدا ہوئی
حالتِ مراقبہ میں زمین، پہاڑ، مکانات، غار، معدنیات، مساجد، معابد،
مقابر اکثر سامنے آئیں گے۔ یہی صاف ہوتے جانے کی دلیل ہے کشفِ
قبور سے اس کا مزید امتحان کرسکتے ہیں، اگر صاحب قبر کی کیفیت مکشوف

ہونے لگے سمجھیے کہ یہ مشق صحیح طور پر کی گئی آگے بڑھیئے۔

اگر اس امتحان میں ناکامی ہو تو اکیس تک تعداد ذکر کو پہنچانے کے باوجود پھر ابتدا سے شروع کیجیے اور معنی کا تصوّر، نفی کا مفہوم، مد و شد، تحت وفوق، یعنی کیفیت ذکر کو ہر اعتبار سے درست کرتے ہوئے۔ بہ تدریج تعداد بڑھائیے شمار بڑھانے کی عجلت نہ کیجیے مقصود اس کا اثر رکھیے، جب اچھی طرح امتحانات سے ثابت ہو جائے کہ اس عنصر کی تطہیر ہو چکی تب مشق دوم یعنی تطہیر لطیفہ آب کی طرف توجہ کیجیے۔

مشق دوم

تطہیر لطیفۂ آب

حسبِ معمول اسی ذکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کو کیجیے۔

لَا :- دائیں پستان کے نیچے سے اُٹھائیے اور مشق اولیٰ کی ترتیب کے مطابق مافوق العرش تک لے جائیے۔

اِلٰہَ :- دائیں شانہ پر لائیے۔ تمام مادیّات کی نفی فرمائیے۔

اِلَّا اللہ :- قلب پر ضرب دیجیے اور اُسی ترتیب مشقِ اوّل کے مطابق بتدریج تعداد ذکر کو بڑھائیے۔ اکیس تک لے جائیے روزانہ۔ بعد فراغ تھوڑی دیر کے لئے مراقبہ فرمائیے۔

نتیجہ و امتحان جب قلب کی سی حرکت دائیں پستان کے نیچے بھی پیدا ہو جائے۔ حالت مراقبہ میں مینھ کی پھوار زور کی بارش، حوض، نہر، دریا، سمندر خود بخود بار بار سامنے آئیں یہ دلیل

صفائے لطیفۂ آب ہے۔ آگے بڑھیئے۔

مشق سوم

تطہیر لطیفۂ ہوا

حسب معمول وہی ذکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کیجیے۔ توجہ کو ناف سے اوپر قائم فرمائیے اور اسی طرح :-

لَا :- ناف کے اوپر سے سانس روک کر اُٹھائیے مافوق العرش لے جائیے۔

اِلٰہَ :- داہنی شانہ پر لائیے وہاں سے۔

اِلَّا اللہ :- کی ضرب قلب پر دیجیے۔ تعداد ذکر کو اسی ترتیب کے ساتھ بڑھائیے ایک سے چل کر اکیس تک لے جائیے۔

نتیجہ و امتحان جب ناف کے اوپر اس مقام پر بھی نبض کی سی حرکت محسوس ہونے لگے عین مشغولی ذکر، یا وقتِ مراقبہ بعد ذکر، یا اُسی زمانہ ذکر میں خواب کے اندر، اپنے آپ کو اُڑتا دیکھیے قسم قسم کی ہواؤں کا انکشاف ہو، سمجھیے کہ لطیفہ ہوا میں صفائی پیدا ہوئی۔

مشق چہارم

تطہیر لطیفۂ نار

حسبِ معمول وہی ذکر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کیجئے توجہ کو سینہ کے بالکل وسط میں قائم فرمایئے، فمِ معدہ سے اوپر دونوں پسلیوں کے ملنے کی جگہ دھیان جمایئے، وہیں سے لَا کو اُٹھایئے اور حسبِ معمول قلب پر ضرب اِلَّا اللہ دیجئے۔ تعداد ذکر کو اسی ترتیب کے مطابق بڑھایئے اور اکیس تک لے جایئے۔

نتیجہ وامتحان جب اس مقام پر حرکت نبض محسوس ہونے لگے یہ دلیل صفائے لطیفۂ نار ہے، مزاج میں گرمی پیدا ہو، بات بات میں اشتعال ہو، حالتِ ذکر وفکر یا خواب میں آگ، شہابِ ثاقب برق وصواعق چراغ ومشعل معائنہ ہوں سمجھیئے کہ لطیفہ نار میں صفائی ہوئی۔

مشق پنجم

تطہیر لطیفۂ نفس

اسی مذکورہ قاعدہ کے مُطابق ذکر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کیجئے، مگر توجہ اُمّ الدّماغ پر قائم کیجئے۔

لَا :- وہیں سے اُٹھایئے مافوق العرش لے جایئے۔

اِلٰہ :- کو دائیں شانہ پر لایئے اور تمام مادّیات ونفسانی خواہشات کی نفی کرتے ہوئے اِلَّا اللہ کی ضرب قلب پر دیجئے۔ تعداد ذکر کو وہی ترتیب مذکورہ

سے بڑھایئے اکیس تک لے جایئے، تا آنکہ اُمّ الدّماغ سے بھی حرکت نبض پیدا ہو جائے۔

نتیجہ وامتحان چوں کہ دماغ سے عصبات تمام جسم میں پہنچتے ہیں۔ اس مشق کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمام رگ وپے میں حرکتِ ذکر محسوس ہو اور بڑھتے بڑھتے ذاکر کو یہ معلوم ہونے لگے کہ میرے ساتھ میرے جسم کا ہر ہر حصّہ ذاکر ہے، ہر ہر بُنِ مُو جب ذکر میں مشغول معلوم ہو، اعضاء جوارح میں کثرتِ انوار اس طرح مشاہدہ ہو جیسے آسمان پر ستاروں کا ہجوم، سمجھئے کہ لطیفۂ نفس میں صفائی ہوئی یہی سلطان الاذکار ہے۔

ہدایتِ خاص اس حالت میں مدّ کو جس قدر طویل کیا جائے زیادہ مفید اگرچہ عدد ذکر کمتر رہے مگر مد و شد و توجہ معانی بیشتر رہے تاکہ نفع جلد اور پائدار ہو، جسم کے اعضا کی حرکتیں برابر رہیں اور تمام وجود اس طرح فکر میں مشغول ہو جائے کہ تمام اعضاء کے ذکر کی مختلف آوازیں شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی ایک آواز کی طرح سُنائی دیں، یہاں کوشش کرنی چاہیئے کہ یہ تمام آوازیں اسی طرح ایک ہو جائیں کہ مد و شد کچھ نہ معلوم یہی آواز **صوتِ سرمدی** کے نام سے موسوم اس وقت آفتابِ نیم روز یا بدرِ کامل کی سی نورانیت ظاہر ہو اور نور ہی نور محیط نظر آئے۔ نفوسِ انسانی وحیوانی وجنّی وشیطانی فلکی وکوکبی سب مکشوف ہوں اور اگر مدرکہ صحیح ہے تو کشفِ قلوب بہت بڑھ جائیگا۔

یہاں ذکرِ جسدی تمام ہوا، ناسوت کی منزل طے ہوئی اگرچہ بعض

صاحبانِ ارشاد طالبینِ با استعداد کو اس مقام تک ترقی یافتہ ہو کر دوسروں کو بیعت کی اجازت دیتے ہیں، مگر حاشا حاشا یہ نہ سمجھنا کہ یہ منصبِ کمال ہے۔ بلکہ یوں سمجھ لو کہ فضلِ ربّانی شاملِ حال ہے تو یہ مقام استعدادِ کمال کی ایک دلیل ہے آگے بڑھو نفسِ امّارہ سے خلاصی کی تدبیر کرو ایسا نہ ہو کہ کشف و کرامت کی اُلجھنوں میں پھنس کر مقصودِ اصلی سے دُور جا پڑو۔ یہ تو سیرِ ناسوت تھی اب عالمِ ملکوت میں قدم رکھو۔ وَاللّٰہُ الْهَادِی۔

مشق ششم

لطیفۂ قلب

اوپر کی مشقوں میں جس جزر کو قلب یا دل کے نام سے یاد کیا گیا وہ قلبِ حقیقی نہیں بلکہ صورتِ قلب تھی۔ کیوں کہ گوشت کا ٹکڑا ایک جسمانی شے، وہ گویا قلب حقیقی کا مرکب ہے یا اُس کا مقام قلب کی حقیقت کی طرف اصل پنجم ولایتِ آدمیہ میں اشارہ کیا گیا ہے کہ وہ نورِ جسمانیت سے مجرّد، مشبّہ بصورتِ شہادت ہے، اس کا نام **عالمِ مثال** اور یہی **ولایتِ آدمیہ** اس کا تصفیہ اس طرح کرو، لَا اِلٰہ کلمہ نفی تھا مرکبات کے تصفیہ کے لیے اس کے ذکر کی ضرورت تھی اب مجرّدات کا باب شروع ہے یہاں اثباتِ مجرّد سے کام لو اور صرف (۱) اِلَّا اللّٰہ کے معنی کا دھیان کرو، یہاں نفی کے ذکر سے مقصود میں فتور اور کام میں قصور (۱) کلمہ اِلَّا اللّٰہ کا مفہوم (یعنی اللہ ہے) ذہن میں لو۔

(ب) قلبِ ظاہر جس صورت میں تم کو مکشوف ہوا (خواہ بصورتِ جسمانی مخروطی یا بصورتِ آفتاب یا ماہتاب) اُس صورت کے اندر داخل ہو، اور الفاظ سے مجرّد محض مفہوم اثبات کو قائم کرو یہاں تک کہ قلب کی صورتِ مثال بصورتِ طالب ظاہر ہو اور خود اپنی جسمانیت سے علیٰحدہ ہو کر قلب کی وہ صورت جو پہلے قائم تھی بالکل غائب ہو کر طالب کو اپنی ہی صورت اس طرح نظر آئے، جس طرح آئینہ میں مُنہ دیکھتے وقت بے کم و کاست معلوم ہوتی ہے، یہاں جسم و ذکرِ جسمانی سب غائب ہیں تجلّیاتِ افعال کا ظہور ہے۔

نتیجہ سالک پر جملہ کائنات جو مخلوق ہو چکی یا آئندہ مخلوق ہوگی اعمال کی صورتیں افعال و اقوال کی امثلہ منکشف ہوتی ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ فنارِ جسمیت کے بعد فعلیہ مثالیہ ربّ العزت جل و علا کی تجلّی ظاہر ہوتی ہے، اس کی ترتیب احاطہ تحریر میں اسی قدر آسکتی ہے، باقی حال ہے، جب وارد ہوگا مشاہدہ کر لینا انشاءاللہ تعالیٰ اس ذکرِ قلبی سے عالمِ ملکوت کی منزل طے ہوئی اور اس عالم کی تم نے خوب سیر کی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ثُمَّ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لیکن ابھی منزل دُور ہے آگے بڑھو۔

مشق ہفتم

تطہیر لطیفۂ رُوح

اب عالمِ جبروت شروع ہے اِلَّا اللہ کے اِلَّا سے بھی قطع نظر محض "اَللہ" اسمِ ذات سے کام ہے طریقہ مشق یہ ہے، قلب کی وہ صورتِ مثال جو قائم ہو چکی ہے اس میں غور کرو پہلے مفہوم "اَللہ" ہے، ذہن میں تھا اب نسبتوں سے منزّہ ہو کر محض اسمِ ذات کی ورزش کرو (یہ مضمون اس سے بھی باریک ہے القاءِ مرشد کی ضرورت) جب یہ توجہ کامل ہو جائے گی تو اب وہ صورتِ جسم بھی غائب ہو گی اور صورتِ روح محض نور۔ صورتِ جسم سے منزّہ صفاتِ الٰہیہ سے مربوطہ مشاہدہ ہو گی (صفاتِ الٰہیہ سے مراد اُمّہات الصّفات صفاتِ سبعیہ ہیں حیات، علم، قدرت، سمع، بصر، کلام، ارادہ) اب جسم و صورتِ جسم و مثال سب غائب صرف ایک نورِ مجرّد مشاہدہ ہو گا جو بذاتہ حیّ و علیم و قدیر و سمیع و بصیر و مرید ہے، یہاں سالک پر "قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ"[1] کا راز کھلے گا۔ ارواحِ لطیفہ داعیانِ عجیبہ کا شہود اور کراماتِ غریبہ کا ظہور ہو گا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عالمِ جبروت کی منزل طے ہوئی، آگے بڑھو۔

---

[1] القرآن۔ ۱۷:۸۵۔

مشق ہشتم

تطہیر لطیفۂ سِر

اب عالمِ لاہوت شروع ہے۔ اسم نہیں بلکہ تصوّرِ ذات "ھُوْ" کی مشق ہے۔ اس طرح کہ وجودِ روحی بھی غائب ہو اور صرف وجودِ علمی باقی رہے۔ اس کی کیفیت قلم کیا لکھے؟ اتنا ہی سمجھ لیجئے کہ پہلے صفاتِ ثبوتیہ کا ظہور ہوا اب صفات سے بڑھ کر شیونِ ذاتیہ کی تجلّی ہے جب یہ توجہ کامل ہوتی ہے تو سالک پر ایک خلا ظاہر ہوتا ہے۔ جیسا کہ آسمان و زمین کے درمیان خلاء ہے، خلاء کے سوا اُسے کچھ نہیں ملتا البتہ اپنے علم کا شعور، ضرور باقی رہتا ہے، جس کے ذریعہ اسرارِ کلامیہ، علومِ عقلیہ، معارفِ حقیقتہ علوم لدنیہ اور تجلّیاتِ شیونیہ عظمت و جلالت کا ظہور ہوتا ہے۔ سالک پر "کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَاْنٍ"[1] کا راز کھلتا ہے اور منزل لاہوت، طے ہو جاتی ہے۔ لیکن لقائے ربّ کی تمنّا تو سالک پر لازم کہ تعمیلِ امرِ ربّ فرمائے کہ ارشادِ حضرت عزت جلت عظمتہ ہے۔

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا[2] (جو ربّ کے دیدار کی تمنا رکھتا ہو پس اُسے چاہیئے کہ نیک کام بجالائے اور ربّ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے یہ ضرور ہے کہ عالمِ لاہوت سے آگے جائے گام زن نہیں یہی انتہائے سلوک اسی لئے یہاں سالک کو منتہی کہتے ہیں اور اکثر مشائخ اس مقام پر طالب کو اجازت کی عزت سے نوازتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ منزلِ ناسوت

---

[1] القرآن۔ ۵۵:۲۹ ۔ [2] القرآن۔ ۱۸:۱۱۰

کاطے ہونا، قبولِ کمال اور استعدادِ کمال کی دلیل ہے اس کے بعد ملکوت
طلبِ کمال وارادۂ تحصیل عروج بدرگاہ ذوالجلال اور جبروت طیّ مسافت
اور لاہوت درِ شہر یار پر پہنچنا۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اس کے آگے
جائے گام زن نہیں۔ حقیقتاً تمنائے لِقا کا پیش کرنا اور جب تک دیدارِ
یار نہ ہو، عجائبات وکرامات پر فریفتہ رہنا مقصود سے کوسوں دُور
ہوجاتا ہے۔ اسی وجہ سے بعد طیّ منزل لاہوت، سالک مستعد بنا ہے
اب اس کو ہمّت کرنے کی ضرورت ہے۔ جمال جہاں آرا کا مشتاق رہنا
چاہیئے۔ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (القرآن۔ ۲:۱۰۵) اور اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ
اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ (القرآن۔ ۹:۱۲۰)

مشق نہم

لطیفۂ خفی

مشق ہشتم کے دوران میں جو خلا نظر آیا تھا، کیا تھا؟ ھائے ھُوِیّت
کی وسعت تھی[1] قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا اسی کی طرف اشارہ وہ وسعت
حدِّ شُیُونات سے بڑھ کر سالک کو حیرت میں ڈالے گی اور صفاتِ
باری میں مستہلک کردے گی وسعت کا احساس، غائب ہوا، صورِ عقلیہ
اور علومِ اضافیہ سے یک لخت غَیْبَتْ میسّر ہو کر صفاتِ الٰہیہ میں فنا
حاصل ہوئی، اب سالک پر جلوۂ محبوب ہزاروں صفاتِ جمال و
جلال کے پردوں سے متجلّی ہو کر اس امر کا ایمانِ کامل عطا فرماتا

[1] یقیناً (اللہ) اپنے علم سے تمام چیزوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ القرآن۔ ۶۵:۱۲۔

ہے کہ "كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝"[1]
تجلیاتِ تنزیہی کا فور ہوا تو سالک کو اذعان ہوا کہ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝
لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ (ترجمہ) اللہ بے نیاز ہے۔ نہ
کسی کو جنا۔ نہ کسی سے جنا اور نہیں اس کے جوڑ کا کوئی۔ (القرآن: ۲،۳،۴: ۱۱۲)

عالمِ لاہوت کے بعد یہ عالمِ ھاھُوت، بالطافِ ربّانی کھل جاتا
ہے مرشد کی ہمّت اعانت فرماتی ہے، بظاہر اس کی مشق کو یوں خیال
کرلینا ہے کہ عالمِ لاہوت میں توجہ کے لیے "ھائے ھُوِیّت" "ہٗ"
کی مشغولی راہ برحقی اب کیا کیجئے؟ اسی ہٗ کے دائرہ میں سرگردانی یا
کیا؟ ہاں! بات تو یہی ہے، لیکن یہ بتایئے کہ اَللّٰهُ کی "ہٗ" یہ اُلٹا
پیش جو نظر آتا ہے وہ کیا ہے؟ یہ ہٗ کا اشباعی ضمہ ہے جو ھُوْ میں
واؤ کی صورت رکھتا ہے اور محض ہٗ پر اس کا اُلٹا یعنی واؤ کا عکس منعکس
ہے مطلب یہ ہوا کہ واؤ اور قلب کی صورت ایک، جو جسم عنصری ہیں
ذات بے چوں و بے چگوں کی آیت ربّانی ہے جب رایتُ ذوالجلالی
یعنی ضمہ اشباعی ہٗ پر پہنچی، تو قلب اُلٹا اور اپنی اصل کی طرف دوڑا تو
اب شکل راست ہوئی اور اس راستی کی بدولت اپنے آپ کو قطرہ
کی طرح دریا میں پہنچ کر فانی و مستہلک پایا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ[2]
کا سفر طے کر کے اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى[3] کی منزل گاہ مقصود پر پہنچا۔ علوم اضافیہ
کو غائب اور صفاتِ الٰہیہ تنزیہیہ کو غالب پایا۔ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ

[1] اس پر جو کوئی بھی ہے فنا ہونے والا۔ باقی رہتی ہے تمہارے ربّ کی ذات جو جلال واکرام والا ہے۔
(القرآن۔ ۲۶-۲۷: ۵۵) [2] القرآن۔ ۲:۱۵۶ [3] القرآن۔ ۵۳:۴۲۔

تتمارٰی [1]۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی آلَائِهٖ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ عَلٰی نَعْمَائِهٖ۔

مشق دہم

لطیفۂ اخفیٰ

عالمِ ھاھوت میں سالک کو صفاتِ تنزیہیہ میں فنا میّسر ہوئی،
لیکن صفات اگرچہ فی ذاتہا متحد لیکن تعدّد ضرور حقیقتہً صفات غیرِ ذات
نہیں لیکن غیریت اعتباری کا شعور باقی اور سالک کی نسبت یہ سمجھیے
کہ اگرچہ فانی لیکن کس میں؟ صفات میں پس [2] قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ سالک
کو لازم کہ صفات سے ذات کی طرف راہ لے اور اپنی فنا کے شعور کو
بھی فنا کر دے تاکہ فَنَاءُ الْفَنَا حاصل اور ذات سے واصل، اب اس
کی مشق کا کیا عنوان ہو، یہاں تو ضمۂ اشباعی بھی نہیں۔ پس اسی لیے یہاں
بعد طے عالمِ لاہوت سالک کو تحیّر چہار طرف سے گھیر لیتا ہے ___
اسی کو عالمِ بہُت یا عالمِ باہُوت کہا گیا کہ اقصیٰ مراتب سالک "تحیّر"
یا "حیرت" بنایا گیا ہے، جب سالک مُتحیّر ہوا اور قطرہ کو تمنّا ہوئی
کہ دریا بنے اور کوئی راہ ملی نہیں تو حیرت زدہ ہو کر پکارتا ہے ؎

قَدْ تَحَیَّرْتُ فِیْكَ خُذْ بِیَدِیْ   یَا دَلِیْلًا لِّمَنْ تَحَیَّرَ فِیْکَا

اُدھر سے آواز آئی [3] لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ

---

[1] (۵۵:۵۳) پس (اے سننے والے بتا) تو اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلائیگا۔ [2] (۶:۹۱) آپ فرما دیجئے اللہ! پھر چھوڑ دیجئے انہیں۔ [3] (۳۹:۵۳) مایوس نہ ہو جاؤ اللہ کی رحمت سے یقیناً اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے سارے گناہوں کو۔

جَمِیْعًا۔ اپنی واماندگی سے نہ گھبرا اَنَا مَنْ اَتَانِیْ یَمْشِیْ اَتَیْتُهٗ هَرْوَلَةً۔ آ! آ!
اے بندہ آ! دریا نے کشش کی قطرہ کو اپنی طرف کھینچا۔ جذب الٰہیہ نے سالک
کو خلوۃ عمائید میں پہنچایا۔ اب نُورِ احدیۃ چمکا قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کا راز
کھلا۔ سالک فانی، سلوک فانی، فنا فانی۔ یعنی انا کو کھو کر فنا حاصل کی تھی
اب فنا کا شعور بھی غائب ہے تو حقیقتاً ایمان و عرفان تک رسائی ہوئی۔
یعنی ذات اگرچہ متّصف بصفات متعددہ لیکن متحد بالذّات "اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ
وَّاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ" (۲:۱۶۳) بذاتہ سمیع و بصیر و حکیم اور
حیّ و قدیر و فرید و علیم ہے۔ یہ کیفیت جس پر گذرے وہی جانے دوسرا
اس کو کیا پہچانے، اس کا بیان اسی قدر سمجھ لو کہ سالک جسمانیت کو چھوڑ
مثال سے منہ موڑ کر رُوح و سر سے گذر کر تجلّیاتِ افعالی صفات۔
شیؤنات سب سے ذھول کر چکا ہے اس کی تمثیل بلا تمثیل ایسی ہی
ہے کہ کوئی عاشقِ زار و دیدار یار کے تمنا میں دریا کو آستانۂ کعبہ
سمجھے سَرِ نیاز جھکائے وہیں کا ہو رہا ہو۔ محبوب کو اس کی حالتِ زار پر
رحم آئے اور اپنے مقربانِ خاص کو اجازت دے کہ اس کو ہماری
بارگاہِ جلالت پناہ میں حاضر کرو۔ اب وہ وہاں پہنچ کر جملہ زیب و
زینت کو دیکھے اور محبوب کا پتہ نہ پائے اگر پائے تو صرف اتنا کہ چلمن
سے جھروکوں سے، تجلّیاتِ صفاتی سے فائض ہو کر کبھی اس پر غشی کا عالم
طاری کر دیتی ہوں اور کبھی ہوش میں لے آتی ہوں۔ گویا ایک قسم کا شعور
فنا باقی ہے یہ عالمِ ھاھوت تھا۔ اب باھوت آیا۔ جب اس کی حیرت بڑھتی
لقاءِ محبوب کی تمنّا جوش مارتی ہو کہ یکایک محبوب چلمن کو اٹھا طالبِ دیدار

کا ہاتھ پکڑ کر کھینچے اور سینہ سے لگالے اور عاشق کو فرطِ خوشی سے شادیٔ مرگ ہو جائے تو بتاؤ کوئی شعور" انا وفنا باقی رہا ؟ کوئی نہیں، پس ظہور عمائیہ ہوتا ہے اور ذاتِ مُجرّد سے تجلی ذاتی فائض ہو کر سالک کو فناء حقیقی سے نوازتی ہے اور اُس سے شعور فنا کو بھی کھو دیتی ہے ——

فناء الفنا غیبۃ الغیبۃ اسی حالت کا نام ہے اور سالک فانی فی اللہ کہا جاتا ہے ؎ گم شدن در گم شدن دین من است، کار ازیہی ہے کہ یہاں ذات کے سوا کچھ اور باقی نہیں رہتا یَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ[1] کی حقیقت کھلتی ہے اور سَقٰهُمْ رَبُّهُمْ[2] شَرَابًا طَهُوْرًا کا جام طالب کو مست و مدہوش کر دیتا ہے یہی حقیقت وحدۃ الوجود ہے یہیں سے شطحیات کا صدور ہوتا ہے، کیوں کہ سالک پر لِمَنِ[3] الْمُلْكُ الْيَوْمَ ط لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝ کا پیش آنے والا واقعہ طاری و مشاہدہ ہوتا ہے یعنی عالمِ صغیر کی قیامت قائم ہوئی۔ اُس کے قوی و حواس معطل مدعیانِ باطل سب فنا ہو چکے تاآنکہ اس کا شعور بھی باقی نہ رہا لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ کی صدائے ذات پیدا ہے عالمِ صغیر میں کوئی جواب دینے والا نہیں مرتبہ ذات سے ہی لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ کا جواب ہے۔ وہی اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا کی آواز جو شجرہ موسوی سے مسموع ہوئی تھی شجرۂ سالک سے اَنَا الْحَقُّ کا نعرہ بلند کرتی ہے اور (قول): سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ کا ترانہ سُناتی اور لَیْسَ فِیْ جُبَّتِیْ غَیْرُ اللّٰهِ کی خبر پہنچاتی ہے۔ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ اَوَّلًا وَّ اٰخِرًا ط

---

[1] القرآن ۔ ۲۷ : ۵۵ [2] القرآن ۔ ۲۱ : ۷۶ ۔

[3] ۱۶ : ۴۰ ۔ کس کی بادشاہی ہے آج ! (کسی کی نہیں) صرف اللہ کی جو واحد (اور) قہار ہے ۔

آئینۂ جہاں نُما یا صُورتِ انسان

عناصرِ اربعۂ آب و آتش و خاک و باد سے مرکّب، تمام موجودات کو، ماہرینِ مادّیات، "موالید ثلاثہ" پر تقسیم کریں اور جمادات، نباتات، حیوانات کے کلّیات میں ان جمیع جزئیات کو داخل جانیں۔ نظر براختصاً ہم کو بھی اس وقت انہی سے سروکار، حضرت انسان کے پیکرِ جسدی میں تینوں موالید آشکار، ہڈیاں اور دانت جمادات کی مورت، بال اور روئیں نباتات کی صورت اور خود یہ ذی حیات حیوان ناطق۔

جزئیات میں بھی اگر جاؤ تو یہی وہ آئینہ کائینات ہے، جس میں دریاؤں کی طرح رگوں میں خون جوش مار رہا ہے ندی نالوں کی صورت میں شرائین خون بہا رہی ہیں۔ ہڈیوں میں گودا، معادن کا نمونہ، دریا میں سیپ اور سیپ میں موتی، صورتِ نطفہ سے ہویدا۔ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۔ (۶ : ۹۶)

بلکہ ان موالید ثلاثہ سے آگے بڑھو فلکیات کی امثلہ پر غور کرو تو آنکھ کی پُتلی میں کواکب کی چمک، آفتاب و مہتاب کی جھلک، بلکہ فلکیات سے بالا عالمِ ملکوت کی سیر کرنا چاہو تو روحِ انسانی قفسِ عنصری میں اسی انداز سے کہ جو لباس چاہے، اختیار کرے، جس ظرف میں جائے، ویسی ہی ہو جائے اور ظرف سے علٰحدہ ہو تو بھی اس کا

وجود، وجود کہلائے۔ غرض تمام کائینات کا آئینہ یہ وجود انسان۔ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے فرمایا
یَا وَلَدِیْ فِکْرُکَ فِیْکَ اِنَّکَ جِرْمٌ صَغِیْرٌ وَّفِیْکَ عَالَمٌ اَکْبَرُ ؎
تمام عوالم اس آئینہ انسان میں اسی طرح پنہاں، جیسے بلا تمثیل ایک دانہ میں درخت، اس کی پتیاں، شاخیں اور تنا، پھل اور پھول، سب کچھ نہاں۔ پودا نکلے گا۔ اسی سے پتیاں بنیں گی اسی سے کلیاں چٹکیں گی، اسی سے پھول کھلیں گے، مگر اُس وقت جب کہ یہ دانا اپنے آپ کو خاک میں ملائے اور خود گویا نیست و نابود ہو جائے ؎

فنا بغیر بقا کا پتہ نہیں ملتا!
خودی مٹائے نہ جبتک خدا نہیں ملتا

ہر دانہ میں ایک نقطہ ہے اور ہر تخم میں ایک مرکز، وہی اوّل اوّل پھٹتا ہے نہ کہ تمام دانہ، وہ مرکز، وہ نقطہ، اِس جسدِ عنصری میں **قلب صنوبری** ہے۔ اس مرکز سے تمام عوالم کے دوائر ظہور میں آنے والے اور اسی نقطہ پر تمام کائینات کی تصاویر نمودار ہونیوالی، یہ انسان ہے، یا آئینہ جہاں نما، اس کو دیکھا سارے عوالم کو دیکھا اس کو پہچانا تمام عوالم کو پہچانا۔ عوالم مظہرِ صفات، آئینہ عوالم مستجمع جمیع کمالات اس کی سَیر تمام صفات کی سیر، اس کا عرفان موصوف کا عرفان اُس لیے ارشاد کہ مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ (الحدیث) جس نے اپنی ذات کو پہچانا یقیناً رب کو پہچانا۔

اس مرکز کی تہ میں جائیے۔ اس نقطہ کی حقیقت کو پائیے اُس

نورِ حقیقی و تجلّیٔ ذات کو قلبی آنکھ کی پُتلی میں تلاش فرمائیے۔ فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ؎ (وہ) تمہاری جانوں میں ہے۔ پس کیا تم دیکھتے نہیں پہلے شانِ ربوبیت کو دیکھا۔ اب تمام الوان سے ماورائے، تمام کیفیات سے بالا، ذات کا جلوہ معائنہ کرتا ہے، تو آگے بڑھو، وَرَاءُ الْوَرَاءِ ثُمَّ وَرَاءُ الْوَرَاءِ۔

سہروردیہ طریق کے شیخ الشیوخ حضرت مخدوم شیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی درس گاہ کے لیے جو نصاب مقرر فرمایا۔ اُس کا اجمال آپ کے سامنے آیا۔ میدان عمل میں آئیے۔ بالترتیب اس تفصیلی سلوک پر گامزن ہوجیۓ اوّل موالید ثلاثہ، جمادات، نباتات، حیوانات میں صفا پیدا کیجیے اور اس صفا کے لیے وہی ایک اوزار وہی متفقہ ہتھیار یعنی ذکر کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔

ترتیبِ سلوکِ سہروردیہ

بہ جلسۂ معہودہ وطریقۂ معلومہ بعد توبہ وفاتحہ واستغفار وکلمۂ شہادت

لَا :- کو ناف سے اُٹھائیے۔
اِلٰہَ :- دائیں کاندھے پر لائیے۔
اِلَّا اللّٰہُ :- کو قلب پر ضرب دیجیے۔

ایک سانس میں ایک بار، آواز نہ بلند ہو نہ پست، بلکہ بَین بَین، جب ایک بار بے تکلّف شدّ و مد کے ساتھ ہوسکے اور سانس باقی رہنے لگے تو ذکر کی تعداد کو بعد طاق تین پانچ سات نو گیارہ تیرہ وغیرہ

؎ القرآن - ۲۱:۵۱ -

بڑھاتے جایئے۔ مگر مقصود زیادتِ تعداد نہ ہو۔ معنی کا لحاظ رہے اور
مد کو جس قدر طویل کیا جائے بہتر کہ اسی آ میں تمام ماسواء اللہ کی نفی
متصوّر، جب تک موالید میں صفائے تامّہ ملاحظہ میں نہ آئے۔ تعداد
ذکر بڑھائے جایئے۔ بعد ذکر کچھ دیر مراقب ہو کر انتظار فیضِ ربّانی فرمایئے۔

کیفیّتِ اوّل

جب مشقِ اوّل کرتے ہوئے برکتِ ذکر سے موالید میں صفائی نظر آئے
تو اب سالک اپنی اُس بری عادت کو دیکھے جو اس میں زیادتی کے ساتھ
پائی جائے یعنی مثلاً کسی کے مزاج میں جنگ و جدل، غصّہ و غضب،
بہت زیادہ ہے، تو اُس کو اپنی جبلّت شیر یا بھیڑیئے کی شکل میں نمودار
ہوگی۔ اگر حرص کا مرض زیادہ ہے تو کتّے کی صورت سامنے آئے گی۔
ہر ایک کو خواہ مخواہ ایذا پہنچانا اور تکلیف دینا، اگر عادت میں داخل،
تو سانپ، بچھّو کی تصویریں بن جائیں گی۔ یہی صورتیں نفسِ امّارہ کی مختلف
شکلیں ہیں اور یہ ذکر اسی نفسِ امّارہ کے ساتھ جہاد، غرض اسی طرح ہر
عادت کے متعلق فکر کریں اور بطریقِ مشقِ اوّل لَآاِلٰہَ سے اُسی عادت
یا صورت کی نفی کرتے ہوئے۔ نورِ الٰہی و قوّتِ ربّانی کو ضرب اِلَّا اللہ کے
ساتھ قلب میں جگہ دیجئے۔

کیفیّتِ دوم

جب وہ تمام اشکال بتدریج دفعہ ہوں اور آیئنۂ قلب میں اپنی ہی صورت
بتمامہا و کمالہا نظر آئے۔ اُس وقت دل میں مصیبتوں اور گناہوں پر
رنج اور نافرمانیوں پر سخت ترین ندامت کی کیفیت طاری ہوگی، گریہ و
بکا و سوزِ قلبی پیدا ہوگا، اس مقام پر اتباعِ سُنّت کی ہر امر میں رعایت
رکھیئے۔ کثرتِ استغفار و زیادتِ نوافل و طاعات سے قلب کو جلا دیجئے۔
جب قلب اچھی طرح مجلّیٰ و مصفّیٰ ہو جائے گا اپنی صورت آیئنۂ قلب میں
اچھی طرح جم کر دوسرے آیئنوں میں اپنا عکس دکھائے گی۔

کیفیّتِ سوم

اب جس ذرّہ کی طرف نظر اٹھتی ہے۔ وہی سالک کی تصویر کا آیئنہ،
ہر شے میں اسی کا ظہور اور ہر نور میں یہی مستور لیکن یہ ایک خارستان
ہے۔ خبردار ہوشیار دھوکا نہ کھانا۔ اصل سے غافل منزل سے کاہل
نہ ہو جانا یہاں شیطان ہر آن بہکانے کے لیے مستعد یہی وہ مقام
ہے، جہاں بہت سے گمراہ ہو گئے۔ اگر یہ وادی خار دار پیش نہ آئے
یا آنکھوں آنکھوں میں گزر جائے۔ بہت ہی اچھا، وِالّا اس کے مقابلہ
کا یہ آسان طریقہ کہ نفی و اثبات گزر کر صرف ذکرِ اثبات جاری کرو

اور۔۔

مشق دوم

ذکرِ لا الٰہ الا اللہ ایک سانس علی التوالی جتنی بار ہو سکے کیے جاؤ، ہر سانس کے ختم پر تھوڑی دیر مراقب ہو جاؤ۔ یہاں تک کہ وہی تصویریں یا سمجھیے کہ ہستی سالک دریائے توحید میں غوطے لگاتی ہوئی معلوم ہو یہ غوّاصی، قلب میں اطمینان وسکینہ پیدا کرے گی اور **نفسِ مُطمئنّہ** صفاپذیر ہوتے ہوئے سالک کے لئے جملہ طاعات وعبادات میں روانی پیدا کردے گا۔

مشق سوم

اب صرف ذکر" اللہ "کیا جائے۔ ضرب قلب پر دی جائے۔ تاآنکہ وہ صورت جو قلب میں نمودار تھی غائب ہو کر نور ہی نور رہ جائے یہ ہے روحِ انسانی کی ایک خاص تصویر، ذکرِ اسم ذات اس روحِ انسانی کو تمام شوائب سے پاک کرے گا۔

کیفیّتِ خاص

اب کہ روحِ انسانی جملہ شوائب سے پاک ہوئی ذکرِ انسانی بند ہوا اور ذاکر و ذکر سب مذکور میں مستہلک، مقام "ھو" یہی ہے یہاں روح مشاہدۂ قدّوسیّتِ رب میں فنا ہے۔ اس کیفیت کا اظہار الفاظ میں دشوار۔ ایک حال ہے جو مقال میں نہیں آسکتا صرف

بتایا جاسکتا ہے کہ یہ، نُور، نورِ الٰہی میں فانی اور اس ذاتِ حیّ وقیّوم کی بقا سے باقی ہو کر فنا وبقا سے ہم آغوش ہے اور مقرّبانِ خاص کے دوش بدوش رَزَقَنَا اللّٰہُ تَعَالیٰ وَجَمِیْعَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۔ اٰمِیْن ثُمَّ اٰمِیْن!

سلوکِ حضراتِ چشت اہلِ بہشت

منسوب بہ سرکار خواجۂ خواجگاں سلطانُ السّلاطین ولی و والیِ ہند سیّدنا مُعین الدّین چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ وارضاہ عنّا۔

طریقِ ذکر —— صورتِ اوّل

ہیئتِ ذکر چہار زانو رو بقبلہ اس طرح بیٹھے کہ دائیں پیر کے انگوٹھے اور اُس کی برابر والی انگلی سے بائیں ران میں گھٹنے کے جوڑ کے قریب پٹھے کے نیچے) رگ کیماس کو دبالیا جائے۔ بایاں گھٹنا محلِ شیطان، دایاں گھٹنا محلِ نفس اور سیدھا شانہ محلِ فرشتۂ کاتبِ اعمالِ خیر اور قلب محلِ ورودِ انوارِ الٰہی۔ ان چاروں مقامات کو ذھن میں رکھیئے۔

الف ۔ ذکرِ چہار ضربی

اب ذکر شروع کرنے کے لیے اوّل فاتحہ پھر سچّے دل سے تین بار استغفار۔ پھر تین بار بلند آواز سے کلمۂ شہادت معنی پر غور کرتے ہوئے پڑھیئے۔ پھر اس طرح ذکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کیجیے کہ سر کو جھکا کر بائیں گھٹنے کے محاذی لاکر لَآ کو شِدّت وقوّت کے ساتھ بائیں گھٹنے کی طرف سے نفی خطراتِ شیطانی کا تصوّر کرتے ہوئے اٹھایئے اور کھینچتے ہوئے دوسرے گھٹنے تک لایئے یہاں سے اِلٰہَ کے ہمزہ کو شِدّت وقوّت

کے ساتھ اُٹھایئے۔ خطراتِ نفس کی نفی کا تصوّر کرتے ہوئے لٰہَ کھینچتے ہوئے سیدھے شانے تک پہنچایئے اور اللہ کی ھا کی ضرب شانے پر نفی خطرات ملکی کے تصوّر کے ساتھ خوب اچھی طرح مُنہ پھیرتے ہوئے دے کر چوتھی ضرب اِلَّا اللّٰہ انوارِ فیضِ الٰہی کو ساتھ لیے ہوئے بشدّت تمام قلب پر دیجیے۔ پہلی تینوں ضربیں باوجود اچھی طرح کھینچنے کے ایک سانس میں ہونی چاہئیں آواز نہ بہت بلند ہو نہ بالکل پست۔ مبتدی اولاً صرف یہی ذکر تھوڑا تھوڑا شروع کر کے بڑھاتا رہے تاآنکہ حرارت قلب میں پیدا ہو۔ جب اچھی طرح رواں ہو جائے۔ تب اس کے ساتھ دوسرے طریقے بھی ضم کرے۔

ب ۔ ذکرِ دوضربی

لَآ اِلٰہَ کو ایک ہی ضرب میں تینوں خطرات کی نفی کے ساتھ اٹھایئے اور اِلَّا اللّٰہ کی ضرب قلب پر دیجیے۔ تین۔ پانچ۔ سات یا دس بار کہہ کر مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ (صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) کہتے رہیئے۔

جب یہ ذکر ختم کریں تو تھوڑی دیر کے لیے گردن جھکا کر تواضع کے ساتھ اس انتظار میں ٹھیریں کہ حق تعالےٰ کی طرف سے دل میں کیا وارد ہوتا ہے۔ پھر تین بار پورا کلمہ مدطویل کے ساتھ پڑھیئے۔

ج۔ اثباتِ مجرد

شدت کے ساتھ قلب پر کلمۂ اِلَّا اللہ کی ضربیں لگایئے پھر تھوڑی دیر منتظر فیوضِ الٰہی رہیئے۔

د۔ اسمِ ذات

اَللہ :- اسمِ ذات کا ذکر اس طرح کیجیے کہ تین ضربیں قلب پر دی جائیں۔ اَل۔ لا۔ ھو۔ پہلی اور دوسری ضرب معمولی اور تیسری بہت سخت ہو۔ یہاں تک کہ حرارت قلب میں پیدا ہو۔

ہ۔ اسمِ ذات اَللہُ اَللہ

اَللہُ اَللہ ۔ کا ذکر اسی طرح کیجیے کہ ہر بار اللہ کے ساتھ ایک ضرب قلب پر دی جائے۔

ان پانچوں اذکار سے فارغ ہو کر خداوندِ سُبُّوح و قُدّوس کی پاکی و بے عیبی کا تصور کرتے ہوئے۔ تسبیح و تحلیل کے کلمات کہہ کر فاتحہ پڑھیے۔ بزرگانِ سلسلہ کی ارواحِ پُر فتوح کو ایصالِ ثواب کیجیے۔ اگر شیخ سامنے ہیں تو شیخ کی قدمبوسی سے مشرف ہوں۔

ان چاروں افکار کے لیے تعداد کا تعیّن اس لیے نہیں کیا گیا کہ طالبِ صادق اپنے وجود میں جس قدر صلاحیّت پائے عمل میں

لائے۔ یا حسبِ ہدایت شیخ معمول بنائے۔ معمولِ مشائخ اس طرح جاری؛ ان مشقوں کو ذکر دوازدہ تسبیح کہتے اور بہ یک وقت اس ترتیب سے کرتے ہیں :-

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ (۲۰۰) بار

اِلَّا اللہ (۴۰۰) بار

اَللہُ اَللہ (۶۰۰) بار

بعض حضرات ان بارہ تسبیح کے بعد ذکر اَللہ تین ضربوں (اَل لا ھو) کے ساتھ ایک سو بار اضافہ کرتے ہیں۔

چند اخوان طریقہ ساتھ مل کر حلقہ باندھ کر بیٹھیں تو سب آواز ملا کر اسی عنوان پر ذکر کریں۔ اسی کو حلقۂ چشتیہ کہتے ہیں۔

اس قدر تعداد نہ ہو سکے تو اس کا نصف یا ربع ہی کر لیں مگر ہر ذکر کی تعداد کی مناسبت علیٰ حالہا قائم رہے۔ اگر فضلِ الٰہی شاملِ حال ہے یا اور دوسرے معائب سے پاک رہ کر اسی ذکر شریف پر کچھ دنوں پابندی کے ساتھ عمل پیرا ہوں تو اُمید ہے انشراحِ باطن ہو ذوق و شوق بڑھے اور استغراق حاصل ہو۔

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللہِ (۱۱:۸۸)

ضمیمہ صُورتِ اوّل (الف)

جب ذکر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کرتے ہوئے خطراتِ شیطانی و نفسانی و ملکوتی تینوں کی علیحدہ علیحدہ نفی اچھی طرح جم جائے تب کلمہ لَا اِلٰہ کہتے وقت لَا معبود کا تصور باندھیئے اور دل پر اِلَّا اللہ کی ضرب دیجئے۔ جب یہ بھی اچھی طرح جم جائے تب لَا اِلٰہ کہتے وقت لا مقصود اِلَّا اللہ کا تصوّر جما کر ذکر کریں جب یہ بھی اچھی طرح جم جائے تب لَا اِلٰہ کہتے وقت لا موجود اِلَّا اللہ کے تصوّر کے ساتھ ذکر کیا کریں۔ ذکر کے بعد بلکہ دورانِ ذکر میں بھی ہر کلمہ کی تعداد پوری کرنے کے بعد تھوڑی تھوڑی دیر کے لیے بیٹھئے اور یہ سمجھتے ہوئے کہ "میرے شیخ میرے سامنے ہیں اور فیضِ الٰہی قلبِ مرشد سے میرے قلب پر وَارِد ہو رہا ہے۔" مراقبہ کیجئے۔ اس خیال کو اس قدر بڑھائیے کہ معمولی اوقاتِ روزمرہ میں بھی ہر وقت صورتِ مرشد آنکھوں کے سامنے رہے۔ پھر اس حالت کو پہنچائیے کہ ہر آن و ہر لحظہ صورتِ مرشد دائیں جانب رہے۔ یہاں تک کہ سالک کا وجود صورتِ مرشد میں گم ہو جائے اور فنافی الشیخ کا لطف آئے۔ اس مقام سے ترقی انشاء رَبّی بہت جلد کہ مرشد کی صورت "آئینہ رسول نما" اس تصوّر سے مقام سے فنا فی الرّسول حاصل اس کے بعد خود بخود مقام فنافی اللہ پر عروج اور بقا باللہ کے درجہ پر فوز۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔ (القرآن - ۲۰ : ۱۴)

طریقِ دیگر

ذکرِ نفسی۔ ذکرِ پاس انفاس۔

سانس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک مرتبہ ہوا باہر آتی پھر باہر سے اندر جاتی ہے سانس کو ذکرِ الٰہی میں مصروف رکھنے کی متعدد شکلیں۔

صُورتِ اوّل

جب سانس اندر سے باہر آئے تو محض تصوّر میں یہ سمجھیے کہ لَا اِلٰہ کہتا ہوا آیا جب باہر سے اندر جائے تو تصوّر میں سمجھیے کہ اِلَّا اللہ کہتا ہوا گیا۔

جس کی خفیف ضرب کا اثر ایسی صورت میں کہ سانس میں کوئی تغیّر نہ ہونے پائے قلب پر محسوس ہو یا اس کا عکس اس صورت میں کہ جب سانس اندر جائے تو لَا اِلٰہ کہتا ہوا اور جب باہر آئے تو اِلَّا اللہ کہتے ہوئے۔

صُورتِ دیگر

جب سانس اندر سے باہر آئے تو محض تصوّر سے یہ سمجھیئے کہ اللہ کہتا ہوا آیا۔

جب باہر سے اندر جائے تو محض تصوّر سے یہ سمجھیئے کہ اللہ کہتا ہوا جا رہا ہے، جس کی خفیف ضرب بغیر سانس میں تغیّر آئے قلب

پر لگ رہی ہے اور ذوق وشوق بڑھا رہی ہے۔ ان دونوں طریقوں میں سے جسے چاہے اطمینان کے ساتھ باوضو و باطہارت رو بہ قبلہ چہار زانو یا دو زانو بیٹھ کر اچھی طرح جمائیے پھر چلتے پھرتے اُٹھتے بیٹھتے بلکہ لیٹے ہوئے بھی وضو بے وضو ہر حالت میں اس قدر جاری کیجیے کہ سوتے جاگتے کوئی دم یادِ خدا سے خالی نہ جانے پائے۔

ذکرِ حبس دم

ایسے وقت میں جبکہ نہ معدہ بالکل خالی ہو نہ بالکل پُر۔ ایسے مقام پر جہاں نہ تیز ہوا ہو نہ بالکل حبس، نہ زیادہ روشنی ہو۔ بلکہ تاریکی اولیٰ، فاتحہ و درود کے بعد سچے دل سے توبہ و استغفار کرتے ہوئے طہارتِ ظاہری و باطنی کے ساتھ دل کو تکدّراتِ ماسوا، و خیالاتِ این و آں سے حتی الوسع خالی کر کے اس طرح ذکر میں مشغول ہوں۔

محاربۂ صغیر و کبیر

مُنہ بند کر کے زبان کو تالو سے لگا کر سانس کو ناف[1] کے پاس روکیئے اور دل سے اسمِ ذات اَللّٰہُ کا ذکر پوری رعایت ملاحظہ و واسطہ و شدّ و مدّ و تحت و فوق کے ساتھ کیجیے۔ ایک سانس کے روکنے کی مدّت میں جس قدر بآسانی ہو سکے پھر آہستہ آہستہ سانس کو چھوڑیئے اور بتدریج ہر حبس میں تعداد ذکر کو بڑھائیے۔ تا آنکہ ایک حبس میں چالیس بار ہو جائے۔ (اس کو محاربۂ صغیر کہتے ہیں) پھر چالیس کے عدد سے آگے جائیے۔ (اس کو محاربۂ کبیر کہتے ہیں) یہاں تک کہ ایک دم میں ایک سو بیس[120] مرتبہ پوری رعایتوں کے ساتھ ذِکر اَللّٰہُ ہو جائے اس کو مقامِ محویّت کہتے ہیں۔ استغراق حاصل ہوتا ہے اور سُلطان الاذکار طاری و ساری ہو جاتا ہے۔

طریقِ دیگر

منہ بند کر کے سانس کو ناف کے پاس جو محلّ نفس ہے۔ روک کے ناف سے لَا کو اُٹھائیے اور خیال ہی خیال میں کھینچتے ہوئے دائیں شانہ تک لائیے وہاں سے اِلٰہ کے ہمزہ کو اُٹھا کر لَا کو کھینچ کر دماغ تک پہنچا کر ہ کو عرش تک لے جا کر وہاں سے انوارِ الٰہی کو لیئے

---

[1] چشتیہ کے نزدیک ناف محلِ نفس ہے۔

ہوئے اِلَّا اللہ کی ضرب قلب پر دیجئے۔ پوری رعایت ملاحظہ و واسطہ و شدّ و مدّ و تحت و فوق کے ساتھ اوّل دم میں ایک بار کہیئے۔ پھر آہستہ سے سانس چھوڑیئے اور زبان سے مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللہ صلّی اللہ تعالٰے علیہ وسلّم کہیئے۔ دو ایک دن اسی کی مشق کیجئے ایک جلسہ میں اس قسم کا حبس دس بار کیا جائے۔ جب جم جائے تب تعداد بڑھایئے کہ ایک حبس میں تین مرتبہ ہو دو تین دن بعد ایک حبس میں پانچ بار کیجئے اسی طرح مشق کرتے ہوئے۔ بتدریج دوسرے تیسرے دن بڑھاتے رہیئے۔ مگر طاق عدد کا خیال رکھیئے۔ ایک حبس میں تین بار مجموعی تعداد دس مرتبہ کے حبس میں تیس۳۰ ہو جائے گی اور پانچ بار ہو گا تو پچاس ہو جائیگی۔ یہاں تک تعدادِ ذکر کو بڑھایئے کہ محویت و استغراق حاصل ہو جائے۔

○

ہدایتِ ضروری دونوں طریقوں میں ذکر سے فارغ ہوتے ہی فوراً ٹھنڈا پانی نہ پیجئے۔ ٹھنڈی ہوا میں نہ نکل آیئے۔ پسینہ آجائے تو کپڑے نہ اُتار ڈالیئے۔ یہ ظاہری رعائتیں بھی ضروری ہیں۔

○

ہدایتِ خاص ایک جلسہ میں ذکر جہر لسانی و ذکر خفی قلبی کو ہرگز جمع نہ کریں۔ ورنہ سخت مضرت کا اندیشہ۔

محاسبہ

ارشادِ خداوندی وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ[1] اور حدیث میں آیا ہے۔ حَاسِبُوْا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا[2] نظر بر آن سالک کو چاہیئے کہ شبانہ روز کی ہر گھڑی و ہر ساعت جب ذکر و فکر یا دنیا کے کام کاج سے فارغ ہو اپنے نفس کا حساب لے کہ کتنے منٹ سیکنڈ، یادِ خدا میں گذرے اور کتنا وقت غفلت میں، جس قدر غفلت ہو اس پر توبہ کرے نادم ہو۔ جس قدر وقت یادِ الٰہی میں رہا؛ اس پر شکرِ خدا بجالائے کہ وَمَا تَوْفِيْقِىْ اِلَّا بِاللہِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللہِ۔ دن اور رات میں کم ازکم دو بار ضرور محاسبہ کرلیا کرے۔ رات کا محاسبہ اشراق کے وظائف کے بعد اور دن کا محاسبہ مغرب کے وظائف کے بعد۔

فِکر

فکر کی دولت وہ زبردست نعمت ہے، جس کے لئے ارشادِ نبوی تَفَكُّرُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ سَنَةٍ[3] یعنی ایک گھڑی بھر کا فکر سال بھر کی عبادت سے بہتر ہے اس تفکّر سے مراد وہ غور و خوض ہے

---

[1] ہر شخص کو غور کرنا چاہیئے کہ اُس نے پہلے سے کیا بھیجا ہے۔ (القرآن - ۱۸ : ۵۹)
[2] اس سے پہلے کہ تمہارا حساب کیا جائے خود حساب کرو۔ (الحدیث)
[3] ایک گھڑی کا فکر کرنا ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ (الحدیث)

جو اپنی ذات کے مختلف احوال طفولیت وبلوغ وکہولت وپیری، زمانہ میں نفسِ خبیث کے اغوا سے جو معائب وسئیات کبائر وصغائر ظہور پذیر ہونے پر کیا جائے۔ یہ عام لوگوں کا "فکر" ہے۔ نیز ارشادِ سرکار کہ تَفَكُّرُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ سِتِّيْنَ سَنَةً[1] یعنی ایک گھڑی بھر کا فکر ساٹھ برس کی عبادت سے بہتر ہے۔ یہ وہ غور وخوض ہے، جو شیطان کے شر اور نفس وہوا کے وساوس پر کیا جائے۔ حرص وہوا کے بندھنوں کا توڑنا اور نجات حاصل کرنا یقیناً ساٹھ برس کی عبادت سے بہتر نیز ارشادِ سرکار تَفَكُّرُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ الثَّقَلَيْنِ[2] یعنی ایک گھڑی بھر کا فکر جن وانس کی مشترکہ عبادت سے بہتر ہے۔ یہ "دل کو خطرات ماسویٰ اللہ سے قطعاً پاک رکھتا ہے۔" یقیناً ایسی ایک آنِ واحد جس میں ماسویٰ اللہ سے قطعاً انقطاع ہو۔ دنیا ومافیہا کی عبادت سے بہتر۔

مراقبات

مراقبہ کے معنی ہیں، "منتظر ہونا اور نگہبانی کرنا"۔ اصطلاحِ صوفیا میں دل کی نگہبانی کرنے اور منتظر فیضِ الٰہی ہونے کو مراقبہ کہتے ہیں جب بفحوائے اَلَا بِذِكْرِ اللهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ[3] ذکر کی قوت وبرکت سے قلب کو طمانیت نصیب ہو۔ یا یوں کہہ دیجیے کہ ذکر کی مشق کرتے کرتے یکسوئی پیدا ہونے لگے اور کسی ایک امر پر دھیان جم سکے اُس وقت مراقبہ کیا جائے۔ اِسی حالت میں فکر کی حقیقی لذّت سے بہرہ اندوز ہو سکتا ہے اور بہ تعمیل ارشادِ ربانی وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ

۱ الحدیث ۲ الحدیث ۳ القرآن - ۲۸ : ۱۳

وَالْاَرْضِ[1] اسی حالت میں سالکینِ طریقت تَفَكُّرُ فِي الصِّفَاتِ فرماتے ہیں۔ پس ذکر کے بعد اگر سالک میں صلاحیتِ خاص پیدا ہو گئی ہے تو جس آیت قرآن کریم کے معنی یا موجودات ارضی وسماوی میں سے جس چیز میں فکر کرے گا اور جس چیز کے لئے مراقب ہوگا۔ بحولِ اللہ وقوتہ، اس کی حقیقت مکشوف ہوگی اور اُس کی کیفیات قلب پر وارد ہوں گی یہاں بعض مراقباتِ معمول مشائخ کی صورت پیش کی جاتی ہے تاکہ سالک کو طے سلوک میں آسانی ہو اور کیفیات کے اشارے کام میں مُمِد بنیں۔

۱۔ مراقبۂ احدیّت

دل کو جملہ خطرات ماسویٰ سے علیٰحدہ کرتے ہوئے، آنکھیں بند کر کے چہار زانو یا دو زانو زبان کو تالو سے لگا کر خاموش بیٹھے اور یہ سوچیے کہ میرا شیخ میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ اور فیضِ الٰہی اس کے قلب سے میرے قلب میں آتا ہے (اس مراقبہ کو حالت ذکر دوازدہ تسبیح میں بھی ہر کلمہ کی تعداد پوری کرنے کے بعد تھوڑی تھوڑی دیر کے لئے کیا جا سکتا ہے) جتنی دیر دل لگے۔ اسی انداز سے مراقب رہے۔ اس کے بعد فاتحہ پڑھ کر دعا مانگیے جس کام میں چاہے مشغول ہو جائیے۔

۱ القرآن - ۱۹۱ : ۳

۲۔ مراقبۂ اسمِ ذات

بطریقِ معلومہ مراقبہ کیجیے اور مخروطی شکل والے قلب پر اسمِ مبارک کہ "اللہ" آبِ زر سے لکھا ہوا تصور کیجیے اور اس امر پر اس قدر دھیان جمائیے کہ نورانی حروف تمام قلب کو منور کر دیں اور بتدریج الف کے صورت تحریر سے غائب یا نور ہی نور بن کر صرف "ہُ" باقی رہ جائے، یہ حلقہ بتدریج آہستہ آہستہ سپید اور بڑا ہو کر ایک بڑا دائرہ بن جائے گا اس دائرہ سے نور ہی نور اس طرح پھیلے گا کہ تمام عوالِم اس دائرہ کے انوار میں نمایاں اور ہر ہر ذرّہ سالک کی نظر میں عیاں ہوگا۔

۳۔ مراقبۂ آیات

۱۔ مراقبۂ آیۃ[1] اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی کو مراقبہ علمِ دل بھی کہتے ہیں اسی مراقبہ سے ایسی حالت پیدا ہو جاتی ہے کہ حق تعالےٰ جلّ وعلا کو ظاہر و باطن اپنی تمام حرکات و سکنات پر مطلع جاننے کا یقین ہوتا اور منہیات شرعیہ سے خود بخود اجتناب پیدا ہو جاتا ہے۔

۲۔ مراقبہ آیۃ کریمہ[2] اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ سے ایک عجیب کیفیت وارد ہوتی ہے ؎

او باہمہ در جمال و چشم ہمہ کور　　او باہمہ در حدیث و گوش ہمہ کر

---

[1] کیا وہ نہیں جانتا کہ یقیناً اللہ دیکھتا ہے۔ (القرآن - ۹۶ : ۱۴)

[2] کیا تو اپنے رب کو نہیں دیکھتا۔ (القرآن - ۲۵ : ۴۵)

اس مقام پر یہ تصور جمائیے کہ میری ہستی اور تمام عوالِم فانی ہیچ وہی ذات باقی نہ مجھ میں اس میں کچھ حجاب، نہ کوئی پردہ نہ نقاب، اگر پردہ ہوتا "اَلَمْ تَرَ" نہ فرماتا ؎

اے دوست حجاب تو کسے نیست توئی
واندر رہِ تو خار و خس نیست توئی

۳۔ مراقبہ[1] اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ سے اور حجابات اُٹھتے ہیں اور یہ کیفیت وارد ہوتی ہے۔ جدھر دیکھتا ہے حق ہی حق نظر آتا ہے۔

۴۔ مراقبہ[2] نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ،[3] وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْکُمْ وَلٰکِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ" میں، ان آیات کا مفہوم دل میں جم کر یہ کیفیت وارد ہوتی ہے کہ میں اُس ذات کے ساتھ غایت قرب کے سبب ادراک سے قاصر ہوں۔ ورنہ ذاتِ حق اس وجود میں ظاہر۔

۵۔ مراقبہ[4] معانی "وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ" سے رازِ قرب اور واضح ہوتا اور پردۂ غیب الغیب سے تجلیاتِ ذات جلوہ نما ہو کر سالک کو اپنے وجود اور اپنی حالت سے بے خبر بنا دیتی ہیں۔

۶۔ مراقبہ معیت بہ تصور معنی آیۃ[5] وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ

---

[1] جدھر منہ پھیرو اُدھر ہی اللہ کا منہ ہے۔ (۲:۱۱۵) [2] ہم اس سے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ نزدیک ہیں۔ (۵۰:۱۶) [3] ہم تو تم سے بہت ہی قریب ہیں کیا تم دیکھتے نہیں۔ (القرآن - ۵۶:۸۵) [4] وہ تمہاری جانوں میں ہے پس کیا تم دیکھتے نہیں۔ (۵۶ : ۸۵)

[5] وہ تمہارے ساتھ تم جہاں کہیں بھی ہو۔ (القرآن - ۵۷:۴)

کیا جائے تاکہ رازِ محبت آشکار ہو اور اللہ معی[۵۷] کا تصور ایسا بندھ جائے
کہ کوئی آن بھی اس حال سے اپنے آپ کو خالی نہ پائے۔ اسی حال میں فنا کا
لحاظ ہو اور محویت طاری تو اسی کو مراقبہ فنا و مراقبہ توحید کہتے ہیں دریائے
توحید میں غواصی کرتے ہوئے بقا کی منزل سامنے۔

وَمَا تَوْفِيْقِيْ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللهِ۔

طُرق اذکارِ آخر

سلاسلِ عالیہ

چشتیہ و قادریہ

مُرتّبۂ سلوک کی ایک ایک صورت تو آپ کے سامنے پیش ہو چکی اذکار
کے بعض اور طریقہ جو سالک کی حالت کی مناسبت سے بعض اوقات
تعلیم کئے جاتے ہیں۔ طالبین کی آسانی کے لئے تحریر میں آتے ہیں تاکہ وقتِ
ضرورت کام دیں۔ یہ ایسے اذکار ہیں کہ بعض اوقات اس میں سے صرف
ایک طریق ہی صفا و جلائے قلبی پیدا کرتے ہوئے تمام منازل کا طے
کرا دینے والا ہوتا ہے۔

---

۵۷ اللہ میرے ساتھ ہے۔

۱۔ ذکرِ حدّادی

فاتحہ و استغفار و کلمہ طیّبہ پڑھنے کے بعد دونوں زانوؤں پر ہاتھ رکھ
کر اس طرح کھڑے ہو جائیے جیسے لوہار کھڑا ہوتا ہے اور کلمہ لَا اِلٰہ کو بائیں
طرف سے اُٹھا کر دل پر کلمہ اِلَّا اللہ کی ضرب پُوری شدت و قوت کے
ساتھ دیتے ہوئے۔ اس طرح بیٹھ جائیے۔ جیسے لوہار اہرن پر لوہا کاٹنے
کے لئے ضرب لگاتے ہوئے بیٹھتا ہے۔ برابر لگاتار اسی طرح کھڑے
ہوں اور بیٹھیں اور لَا اِلٰہ اِلَّا اللہ کا مُبارک ذکر کرتے ہوئے زنگ خوردہ
معاصی سے آلودہ قلب پر ضربیں لگا کر زنگ ماسوی اللہ کو دور کرتے
ہوئے آبِ رحمتِ الٰہی سے ہوتے ہوئے انوارِ ربانی سے مجلّٰی و منوّر
بنائیں ؎

دل بود مرآت وجہ ذوالجلال
در دل صافی نماید حق تعال

اس ذکر میں محنت و مشقت ظاہری بہت زیادہ ہے کمزور طبیعت
کے سالکین اس کو نہ کریں۔ یہ ظاہر ہے کہ محنت و مشقت زیادہ۔ لہٰذا نفع جلد
اور نسبت عجیب و غریب۔

۲۔ ذکر اور دو برد

ہر دو سریں ملائے ہوئے چہار زانو روبقبلہ بیٹھئے رگِ کیماس
پائے چپ کو نر انگشت پائے راست سے دبا لیجئے۔ پھر اس طرح

ذکر کیجئے۔

جانب راست ھا کی ضرب دیجئے۔

جانب چپ ھُو "

سرنگون قلب پر ھی "

یہ ایک ھائے ہویت کے معروضہ تعینات مختلف ہیں اور لاتعین کو ھائے ھویت کہتے ہیں ھ حروف بسائط سے ہے۔ اشباع ضمہ سے واؤ پیدا ہوا۔ جو واجب الوجود کی طرف دال ہو معہ شش مراتب واجب الوجود یعنی علم، نور، وجود، شہود، روح اور مثال۔

۳۔ ذکرِ مکاشفہ

چہار زانو روبقبلہ رگ کیماس کو پکڑ کر بیٹھئے اور یاھُو کہتے ہوئے زانو چپ سے گردش سر بازانوئے راست وکتفِ راست پر گذرتے ہوئے زانوئے چپ تک لی جائے۔ اسی طرح یامَنْ ھُو پھر یامَنْ لَا اِلٰہَ اسی طرح زانوئے چپ سے گردش سر بازانوئے راست پر لیتے ہوئے کتفِ راست پر تمام کرکے اِلاَّ کو دماغ میں لے جاکر ھُو کی تین ضربیں قلب پر دیجئے اس ذکر کی مشق سے کشف بڑھے گا بلید طبیعت بھی کھل جائے گی قبض اگر لاحق ہوگیا ہو تو بسط پیدا ہو جائے گا۔

۴۔ ذکرِ حیدری

حسب معمول چہار زانو بیٹھئے اَللّٰہُ اَکْبَر جانبِ راست اَللّٰہُ اَکْبَر

جانبِ چپ لَا ناف سے اُٹھا کر اِلٰہَ اِلاَّ ہ کی تینوں ضربیں دماغ پر دیجئے اِلاَّ اللّٰہ کی ضرب قلب پر دیجئے وَاللّٰہُ اَکْبَر دوش راست پر ضرب کیجئے۔ اَللّٰہُ اَکْبَر دوشِ چپ پر ضرب فرمایئے۔ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ کو دماغ پر ضرب دیجئے یہ ذکر عجب وکبر وریا کا بہترین علاج ہے اور مرتبہ فنا اس کے ذریعہ جلد حاصل۔

۵۔ ذکرِ آیۃُ الکرسی

حسبِ معمول چہار زانو بیٹھ کر اَللّٰہُ قلب پر ضرب دیجئے لَا اِلٰہَ زانوئے چپ سے اُٹھا کر زانوئے راست وکتفِ راست تک لاکر اِلاَّ کو دماغ میں ضرب دیجئے۔ ھُو قلب پر ضرب دیجئے اَلْحَیُّ جانبِ راست ضرب دیجئے۔ اَلْقَیُّوْمُ جانب چپ ضرب دیجئے۔ قلبِ جامد متحرک ہو اور ہر وقت ذکر جاری ہو جائے۔

۶۔ ذکرِ خواص

حسبِ معمول نشست ذکر کے مطابق بیٹھے اور دائیں بائیں آگے اور دل میں چاروں طرف لفظ "حق" کی ضربیں دیجئے اور یہ خیال جمایئے کہ آگے پیچھے دائیں بائیں اور میرے دل میں حق ہی حق ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔

اس ذکر کو دوازدہ تسبیح کے ساتھ بھی ایک تسبیح یا زیادہ شامل کیا جاسکتا ہے۔ انشاء اللہ بہت جلد کشود کار ہو ملاحظہ معنی شرط ہے۔

۷۔ ذکرِ کشفِ رُوح

سرکارِ دوعالم نبیِّ مکرّم ومعظّم حضرت محمّد رسولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم

بعد نمازِ عشا رصورت مثالیہ سرکارِ دوعالم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا تصور کرتے ہوئے اول درود شریف چند بار پورے ادب والحاح کے ساتھ عرض خدمت کریں۔ پھر اس انداز سے ذاکر ہوں۔

یَا اَحْمَدُ جانبِ راست ضرب دیں۔ یَا مُحَمَّدُ جانبِ چپ ضرب دیں۔ یَا رَسُوْلَ اللہ قلب پر ضرب کریں، جس قدر تعداد میں ہوسکے ذکر کرتے رہیں۔ جب کیفیت نوم طاری ہونے لگے صورت برزخ محمدّیہ رُوبقبلہ ہوجائیں۔ اُمید کہ اگر سرکار کرم فرمائیں اپنا جمالِ انور خواب میں دکھائیں بلکہ اگر ذوق وشوق بڑھ جائے۔ اس ذکر میں بھی ایسی محویت طاری ہوجائے۔ کیا عجب کہ بین النوم والیقظہ اسی حالت میں پردہ اٹھائیں اور جمالِ انوار دکھائیں صلّی اللہ تعالیٰ علیٰ جمالہ الکریم وعلیٰ آلہ و صحبہٖ التسلیم۔

۸۔ ذکرِ اسمِ ذات چہارضربی

متقبلِ قبلہ نشستِ معہود پر بیٹھیں۔ اگر بزرگوں میں سے کامل بزرگ کی قبر پر حاضر ہوں تو اُسے یا قرآن عظیم کو سامنے رکھیں۔ چار ضربوں کے ساتھ

اس طرح ذکر اَللہ اَللہ اَللہ اللہ کریں کہ پہلی ضرب بائیں جانب دوسری دائیں جانب تیسری قبر یا قرآن عظیم پر اور چوتھی قلب پر دیں اور ذکر میں ڈوب جائیں۔

۹۔ کشفِ ملائکہ وارواح

یَا رَبِّ یَا رُوْحَ الْاَرْوَاح دل پر ضرب دیں۔
یَا رُوْحُ یَا رُوْحُ آسمان کی طرف ضرب دیں۔
سُبُّوْحٌ جانبِ راست
قُدُّوْسٌ جانبِ چپ
رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ آسمان کی طرف ضرب دیں۔
وَالرُّوْحُ کو قلب پر ضرب دیں۔

اس طرح یہ ذکر (۱۱۱۱) بار کیا جائے۔ اگر روزانہ کیا جائے تو انشاء اللہ تعالیٰ کشفِ ملائکہ وکشفِ ارواح جلد حاصل ہو۔ تا حصُول مقصود برابر کئے جائیں۔

۱۰۔ کشفِ قبور

جب یکسوئی کی عادت بڑھ جائے۔ قلب میں جلا پیدا ہوجائے، تو کسی قبر کے پاس دوزانو بیٹھ کر پہلے فاتحہ پڑھ کر صاحبِ قبر کو ایصالِ ثواب کیجئے۔ اس کے بعد صاحبِ قبر کے مواجہہ میں بیٹھ کر اِکْشِفْ لِیْ یَا نُوْرُ اپنے دل پر ضرب لگائیے عَنْ حَالِهٖ قبر پر ضرب دیجئے۔ (۱۱۱) بار کرنا انشاء اللہ تعالیٰ

مفید مطلب ہوگا اور صاحبِ قبر کی حالت مکشوف ہو جائے گی اُن سے باتیں بھی ہوں فیض بھی ملے۔

۱۱۔ کشفِ ارواح

چہار زانو حسبِ معمول بیٹھئے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھ کر اوّل (۲۱) بار یَا رَبِّ کہیئے۔ (دل پر ضرب دیتے ہوئے) پھر آسمان کی طرف یَا رُوحُ اور دل پر یَا رُوحَ الرُّوحْ ضرب کرتے رہیئے جس قدر ہو سکے اُس کے بعد مراقب ہو کر مطلوب کی روح کی طرف دھیان جمائیے۔ اُمید ہے کہ وہ ملاقی ہوا اور جو باتیں آپ کرنا چاہیں اس سے کر لیجیے۔ مگر یہ اسی وقت ہوگا کہ اوّل اور افکار کے ذریعہ یک سوئی کی عادت ہو چکی اور قلب جِلا پا چکا ہو۔

بعض اشغالِ خاص

یا

مُشاہدے کے بعض طریقے!

شغلِ ہوا کسی خالی ہوا دار مکان میں یا یکہ و تنہا کسی جنگل میں بیٹھ کر دونوں آنکھیں اچھی طرح کھولیئے اور ہوا میں نظر کو جمائیے اس طرح کہ پلک نہ جھپکے۔ بتدریج اس کی عادت ڈالیئے آخیر ہوا میں جو اسرارِ الٰہی پیدا اور جو انوارِ خاص ہویدا ہیں۔ وہ قلب پر وارد ہوں گے اور حیرت طاری اس حال میں بعض اولیاء اللہ سالہا سال محوِ تماشا رہے ہے ؎

چشم بکشا کہ جلوۂ دلدار — متجلی است بر در و دیوار
سرمہ گر ز نورِ بی یُبصِرُ — در کشی در دو چشم پر زنگار
شاہدِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ — پیش تو پردہ گیرد از رُخسار

شغلِ آفتاب

وقتِ طلوعِ آفتاب بہتر یہ ہے کہ کسی ایسے مقام پر جہاں آفتاب افق سے نمودار ہوتا ہوا معلوم ہو۔ جرمِ آفتاب پر نظر جمائیے اسی طرح کہ پلک نہ جھپکنے پائے، نہ جسم آفتاب سے ہٹنے پائے جب تک نظر ٹھیر سکے ٹھیرائیے۔ تا آنکہ آنکھوں میں آنسو بھر آئیں اگر بے اختیار پلک جھپک جائے۔ پھر اُسی طرح جمائیے۔ یہاں تک کہ آفتاب کی روشنی تیز ہونے لگے اور نظر کا ٹھیرانا اس

پر دشوار ہو جائے۔ اس وقت فوراً کسی تاریک حجرہ میں آیئے اور اُسی قرص خورشید کا تصوّر اپنے قلب میں جمائیے اور اُسی طرح منور تصور فرمائیے۔

جب آفتاب خطِّ استواء پر پہنچے پھر چند لحظہ اس پر اسی طرح نظر جمائیے پھر حجرہ تاریک میں جائیے اور وہی تصوّر فرمائیے۔

وقتِ غروب پھر اسی طرح ملاحظہ فرمائیے اور اس کے بعد حجرہ تاریک میں بیٹھ کر اُسی سُورج کی صورت کو اپنے قلب میں پائیے چند روز کی مشق سے بحول اللہ وقوتہ وہ آفتاب قلب میں منور ہو کر زمین و آسمان سورج اور چاند بلکہ تمام جہاں اس کے نُور سے منور ہو جائیں گے اور مغیبات کے اسرار آنکھوں کے سامنے آئیں گے۔ یہاں ظاہر میں دھوکہ نہ کھائیں۔ اس کو آفتاب پرستی نہ ٹھہرائیں۔ یہ نظر باز سورج کی کرنوں سے معاذ اللہ دل نہیں لگا رہا۔ بلکہ ایک عادت ڈالنے کے لئے نظر نُور پر ٹھہرا رہا ہے تاکہ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کا نورِ حقیقی جب جلوہ فرمائے تو چکا چوند نہ ہو جائے ۔؎

نقاب رُخ سے اٹھا رہے ہیں جمالِ رعنا دکھا رہے ہیں
وہ آج بے پردہ آ رہے ہیں ہمیں کو تابِ نظر نہیں ہے

حضرت شاہ بدیع الدین قطب مدار قدس سرہٗ العزیز نے اس مشاہدہ کے ذریعہ جن کوائف کا ادراک فرمایا اور شواہدِ قدرت کو جس انداز میں ملاحظہ کیا وہ اُن کے حالات سے ظاہر ان کا مقام وہ مقام عالی کہ شمس و قمر و نجوم و کواکب سب اس قطب مدار کے ہر چہار طرف صفت سیارہ طواف کناں۔

شغلِ ماہتاب

ایامِ بیض کی راتوں یعنی تیرہ چودہ پندرہ تاریخوں کے ماہتاب پر نظر جمائیے۔ اسی طرح کہ پلک نہ جھپکے جب تک ہو سکے اس شغل کو کیجئے جب تھک جائیے حجرہ تاریک میں آیئے اور اسی صورتِ ماہتاب کا تصوّر اپنے دل میں جمائیے۔ یہاں تک کہ نقطۂ دل ماہتابِ کامل بن کر تمام اسرارِ مغیبات کو مکشوف کر دے اور تمام عوالم کی سیر اس کے نور میں کرتے ہوئے انوارِ ذات کی صورت نظر آئے۔ اس عمل سے یہ ظاہری فائدہ بھی حاصل ہو جائے کہ بینائی بھی کم نہ ہو اور آنکھیں دُکھنے بھی نہ پائیں۔

سلوکِ طریقت

و

احکامِ شریعت

عقلائے دہر اپنے ذہنی و عقلی و خیالی مفروضہ مجسمہ کو سامنے لائیں اور اُس خیالی تصویر سے دل لگائیں۔ وہم پرست مادیات میں آلودہ اپنے ہاتھوں کی بنائی پتھر کی مورتوں یا آب و آتش کے سیال و مشتعل وجودوں سے دل بہلائیں مگر مدرسۂ حقیقت کے سمجھ دار متعلمین کو سزاوار نہیں کہ چھوٹی چھوٹی چیزوں پر ریجھیں مخلوق کو خالق سمجھیں۔ مملوک کو مالک جانیں اُن کا کام

یہ ہے کہ اس غیب الغیب سراسر ہستی پر کما "ھُوَ ھُوَ" ایمان لائیں، وہ کیا ہے؟
کیسا ہے؟۔ جب حقیقت بیدار ہوگی سمجھ لیں گے۔ اس کے دربار میں
بار پائیں گے تب وہ جو بلوائے گا بولیں گے، جو وہ سمجھائے گا سمجھیں گے
اَلَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَیۡبِ[1] کے یہی معنی یعنی صرف یہ اعتقاد کہ "ھے"
اور کون کے جواب میں فقط "ھو" یہ ہے ان کی ابجد جس کو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
کہلواتے ہوئے پڑھایا جا رہا ہے درس گاہ میں قدم رکھا ہے۔ شانِ مُتعلّمی
یہ ہے کہ آداب بجالائے معلّمِ صادق علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے سامنے
زانوئے ادب تہ کرتے ہوئے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کہہ کر اپنی غلامی اور اس سرکارِ اعظم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم
کے واسطۂ فیض و رابطۂ حقیقی ہونے کا اقرار کرے۔ کوچۂ عشق و محبّت میں
قدم رکھا ہے۔ عاشق کی پہلی بسم اللہ ہے نقد جان و مال معشوق کے دربار
میں نثار کرنا۔ اسی لئے ـــــ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ[2]
سے ان عشاق جان باز کی کیفیات کا اظہار جبینِ نیاز مالکِ کارساز کے
سامنے جُھک رہی ہے، قیام، رکوع، سجود، و قعود آدابِ دربار شاہانہ
ہیں "جس کی صورت نماز میں پیدا، ذوق محبّت و جذبۂ عشق میں وارفتہ
ہو کر کھانے پینے اور لذاتِ نفسانی سے محترز رہ کر درجاتِ قرب طے کرتے
ہیں۔ اس کی کیفیت رمضان کے روزہ میں ہویدا۔ مال اس کے نام پر فدا
غرباء و مساکین پر تقسیم جس سے فریضۂ زکوٰۃ ادا، عاشق کی البیلی شان اسی طرح

[1] جو لوگ غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔ (القرآن - ۳:۲)

[2] اور قائم رکھتے ہیں نماز کو اور جو ہم نے روزی دی ہے اُن کو اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ (القرآن - ۳:۲)

نمایاں کہ نہ بننے کا ہوش نہ بناؤ سنگھار کا دھیان، ایک چادر اوڑھے اور
ایک چادر باندھے کبھی کعبہ کے گرد پروانہ کی طرح نثار ہوتا ہے کہ یہاں
معشوق نے دیدار کا وعدہ کیا ہے۔ کبھی صفا و مروا میں دوڑ رہا ہے کہ
محبوب نے ان گلیوں میں بھی جلوہ دکھایا ہے۔ کبھی عرفات کے میدان میں
لبیک لبیک پکار رہا ہے کہ پیارے معشوق کے جلوے عشاق نے ان
گھاٹیوں میں بھی دیکھے ہیں۔ عشق و محبّت کے ارادہ کی تکمیل اس حج سے ظاہر
اسی لئے شہادت کلمہ و نماز و روزہ و زکوٰۃ و حج یہ پانچ باتیں اس مُبارک
طریق کا اصولِ اساسی اور اس مُبارک مدرسہ عشق و محبّت کے مضبوط ستون
زبان اس مبارک حکم سے آراستہ جسم اِن چاروں ارکان کے مبارک لباس
سے پیراستہ مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا[1]
کا الہامی بیان اُن کی حیات کے ہر شعبہ پر اسی طرح رنگ جمائے ہوئے
کہ ہر حرکت ہر سکون ہر قول ہر فعل محبوب کے محبوب نمونہ کے سانچے میں
ڈھلا ہوا۔ اب درس و تدریس کا دروازہ کُھلتا ہے۔ معانی و بیان کے
انکشاف کا وقت آتا ہے۔ اس جمال کے معائنہ کے لئے خاص آنکھیں
درکار ہیں اور ان مطالب کے ادراک کے لئے ایک خاص مدرکہ کی
ضرورت، ہمّتِ مردانہ کو کام میں لائیے اور استقامت کے ساتھ قدم
بڑھائیے اور مطالعہ فرمائیے کہ وہ آنکھیں کون سی آنکھیں ہیں اور وہ مدرکہ
کون سی مدرکہ صدرِ اول میں ایک نگاہ پُر انوار سرکار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم

[1] رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم جو کچھ تمہارے پاس لائیں اُسے لے لو اور جس چیز سے منع کریں اُس سے
باز رہو۔ (القرآن - ۷:۵۹)

خاص ان آنکھوں کو منور اور اس خاص مدرکہ کو بیدار فرماتی ہے۔ دولت دیدار سرکار سے مشرف ہونے والے صحابہ آن کی آن اور لحظہ کے لحظہ میں فائز المرام اور دولت وصال سے شاد کام ہوتے ہیں۔ آج بھی ان کی نسبت تو وہی قائم مگر حجاب ہیں، عالم کی نظر کے سامنے تکدرات ہیں دنیا کے آئینہ خیال میں زنگ ہے روابط دینوی میں مربوط انسانوں کے قلب پر ہے ؎

اپنے آئینۂ دل میں جو صفائی ہوتی
شکلِ محبوبِ الٰہی نظر آئی ہوتی

لہٰذا اس کی صفائی کی ضرورت، ورنہ اس مالک کی شان تو یہ ہے اِذَا سَأَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ[۱]۔ انہی تکدرات کو ہٹانے، حجابات کو اُٹھانے اور زنگ معاصی کے چھڑانے کے یہ تمام طُرق ہیں جو آپ نے ابواب سابقہ میں ملاحظہ فرمائے۔ مگر بعض افراد اپنے نزدیک ایک بہت زبردست اعتراض کی شکل میں یہ شبہ پیش کر دیا کرتے ہیں کہ افکار و اشغال کے یہ طریقے تو ایجاد ہیں۔ نہ زمانۂ نبوت میں ان کا سراغ نہ صحابہ و تابعین کے دور میں ان کا وجود۔ یہ شبہ محض ناواقفیت و لاعلمی کے سبب پیدا ہوتا ہے کہ نہ ہمارے ان شبہ کرنے والے عزیزوں کو ان اذکار کی حقیقت کا علم نہ اسلام کی

---

[۱] جب آپ سے میرا کوئی بندہ میرے متعلق پوچھے تو آپ فرمایئے کہ میں قریب ہوں پکارنے والے کی آواز کو سنتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ (القرآن - ۱۸۶:۲)

حقیقی تعلیمات کی خبر اس مقام پر ہم چند باتوں کا اظہار ضروری خیال کرتے ہیں تاکہ ان شبہات کا سدباب ہو سکے۔ اگر یہ امر کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روحی فداہ کے زمانہ میں ان طُرق کا رواج نہ تھا۔ صحیح مان بھی لیا جائے تو آپ دن رات دیکھتے ہیں کہ اُن دیہات میں جہاں کوئی ماہر فن جراحی موجود نہیں۔ کسی دنبل یا پھوڑے سے مواد خارج کرنے اور پھر زخم کے اندمال کے لئے ادویہ کا استعمال کیا جائے گا۔ پلٹس باندھی جائے گی۔ ہاں اگر کسی شہر میں کوئی قابل سرجن موجود ہو تو اس قدر مشقت کی ضرورت نہیں۔ وہ ایک آنِ واحد میں عملِ جراحی (آپریشن) کرے گا اور تھوڑی مدت میں سب کام درست ہو جائے گا۔ مدتوں کا مریض کم زور عرصہ تک اطباء کے زیرِ مشق رہے۔ مگر ایک تجربہ کار ماہرِ فنِ طب اکسیر کی ایک ذرا سی پُڑیا میں ایک عرصہ کے مفلوج وجود کو کندن بنا دیتا ہے۔ اسی مثال سے قیاس فرمالیجئے کہ دورِ اول میں نظرِ کیمیا اثر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم آنِ واحد میں آلودگی تکدرات ماسوئ اللہ سے قلب کو پاک کرنے والی اور اپنی قوت باطنی سے روح کو درست حالت میں لانے والی ہوتی۔ اُس دور میں ہماری ظاہری آنکھیں اُس جمالِ پر انوار کے دیدار سے محروم ہیں۔ ہمیں اُن اصولوں پر غور کرنا ہے، جو ہمارے علاج اور تغذیہ کے لئے سرکار نے بتائے اور اُس پلٹس کو استعمال کرنا ہے، جو مواد کو پکائے۔ اور قابل اخراج بنائے۔ اندرونی علاج کرنا ہے۔ اس مادہ فاسد کا جو ہماری صحتِ روحانی کا سب سے بڑا دشمن ہے یعنی نَفْسِ اَمَّارَہ جس کے لئے قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ

بِالسُّوْۗءِ[1] نفس تو برائی ہی کا حکم دینے والا اور سرکارِ دو عالم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا ارشاد : اَعْدٰی عَدُوِّكَ نَفْسُكَ الَّتِیْ بَیْنَ جَنْبَیْكَ۔ تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا نفس ہے جو جنبین کے درمیان ہے۔ پھر علاج کرتا ہے اس بیرونی سرد و گرم حملہ کا جو شیطان کی صورت میں رونما ہو، جس کے لئے ارشادِ خداوندی[2]۔ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ۔ یقیناً شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے اور[3] اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ (شیطان تمہیں فقیری کی طرف بلاتا ہے اور بیہودہ باتوں کا حکم دیتا ہے)۔ پس ان دونوں امراض کا علاج وہی اصول علاج بِالضّد کے مطابق ملاحظہ فرمایئے۔ دشمن اول کے مقابلہ کے لئے ارشاد خَالِفُوا الْهَوٰی (الحدیث)۔ (مخالفت کرو خواہشوں کی) دوسرے کے لئے حکم کہ[4] وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ۔ یہ شیطانی خطروں کی پیروی نہ کرو اسہال کی تدابیر و اخراج مادہ کا طریق صورت توبہ میں موجود[5] وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا○

استغفار کی حقیقت التوبۃ الندم (توبہ شرمندگی کا نام ہے) سے ظاہر تھی۔ اب رہیں اغذیہ ان کے لئے ارشاد اور نہایت روشن ارشاد کہ دِل کا چین اور قلب کی راحت اللہ کے ذکر میں ہے۔ اَلَا[6] بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ دِل اللہ ہی کے ذکر سے آرام پاتے ہیں۔ دل کے چین اور اطمینان پر تمام امور موقوف اس لئے کہ وہ

---

[1] ۱۲:۵۳ - [2] ۱۲:۵ - [3] ۲:۲۶۸ - [4] ۲:۱۶۸ - [5] ۴:۶۴ - [6] ۱۳:۲۸

وجود کی جڑ اور تمام جوارح اسی سے متعلق۔ اسی لئے دل کو یہ غذا پہنچانے کے لئے تاکید پر تاکید کہیں ارشاد کہ فَاذْكُرُوْنِیْۤ اَذْكُرْكُمْ[1] تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا۔ کہیں یہ حکم کہ[2] وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِیْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِیِّ وَالْاِبْكَارِ۔ کثرت کے ساتھ اپنے رب کا ذکر کرو اور شام سویرے اسی کی پاکی بیان کرو تحریص کے لئے حدیث میں یوں فرمایا گیا کہ لَا یَقْعُدُ قَوْمٌ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَغَشِیَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَیْهِمُ السَّكِیْنَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِیْمَنْ عِنْدَهٗ۔ (الحدیث) — جو لوگ اللہ کا ذکر کرنے بیٹھتے ہیں۔ فرشتے انہیں ڈھانپ لیتے ہیں۔ رحمت ان پر چھا جاتی ہے سکینہ و اطمینان انھیں حاصل ہوتا ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ ان کو اس مجمع میں یاد کرتا ہے، جو (اس کے مقربین کا) اس کی بارگاہ میں ہے۔ پھر تہدید کے لئے قرآن کریم آیا[3]۔ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَعْمٰی۔ جس کسی نے ہمارے ذکر سے روگردانی کی اس کے لئے تنگ روزی ہے اور قیامت کے دن ہم اسے اندھا اٹھائیں گے۔ پر حدیث صحیح میں یہ بھی بتا دیا گیا کہ افضل الذکر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اسی ذکر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے یہ مختلف طریقے ہیں، جو آپ نے ملاحظہ فرمائے تاکہ روح و قلب کو ان کے ذریعے ایسی قوّت حاصل ہو جائے کہ وہ آرام پا سکیں چین حاصل کر سکیں اور قوّت دافعہ اس قدر بڑھ جائے کہ مادہ فاسدہ یعنی

---

[1] ۲:۱۵۲ - [2] ۳:۴۱ - [3] ۲۰:۱۲۴

نفسِ امارہ وحملہ بیرونی یعنی شیطان وابلیس کے شرور سے محفوظ ہوجائیں۔
جہاد کی فرضیت وضرورت میں کس کو انکار، مقصودِ اصلی مقابلہ
کفارِ مُسَلَّم، اس کے لئے سامان کی حاجت تسلیم۔ زمانۂ سرکار صلی اللہ
علیہ وسلم میں تیر وتلوار ونیزہ کمان کے ذریعہ مقابلہ کفار کیا جاتا، آج
اگر توپ بندوق، ہوائی جہاز، بم کے گولے یا سمندروں میں تارپیڈو
وغیرہ جہاد کے وقت استعمال میں لائے جائیں تو کیا اس کو یہ کہہ کر چھوڑا
جاسکتا ہے کہ سرکار کے زمانہ میں یہ آلات نہ تھے علیٰ ہٰذا ایمانی قوت
رکھنے والے سرکار کے فیضِ صحبت سے پلنے والے صحابہؓ کو نہ پریڈ کی
ضرورت تھی، نہ قواعد کی حاجت نہ نشانہ بازی کا باقاعدہ انتظام آج
اگر باقاعدہ بہ تعیینِ اوقات قواعد و پریڈ کے لئے اہتمام کیا جائے
اور جدید اصول حرب استعمال میں لائے جائیں تو کیا ان کو یہ کہہ کر رد کیا
جاسکتا ہے کہ قرون سابقہ میں ان کا وجود نہ تھا۔ شاید ہی کوئی بے عقل ایسا
ہو، جو ایسی رکیک بات اپنے ذہن میں بھی لائے۔ پس اسی پر قیاس کر لیجئے
کہ یہ جتنے طُرق ہیں ہر زمانہ کے مطابق اعداء کی سرکوبی کے لئے اختیار
کئے جارہے ہیں۔ جس کی تعلیم خود سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے دی۔ وہاں
تو آلاتِ حرب کی صورت اور جنگ کا طریق ہی بالکل بدلا ہوا نظر آتا ہے
لیکن یہاں نہ آلات میں تغیر، نہ طریق جدال میں تفاوت، اصل وہی تعلیمات
ہیں طریق ادا ہر متعلم کی استعداد کے مطابق جدا جدا تعلیم کیا گیا۔ معدہ
کو غذا پہونچانا۔ کھانا کھلانا فرائض حیات میں داخل اس کھانے کے
متعلق حلال وحرام کو دلائل قرآن عظیم واحادیث رسول کریم علیہ الصلوٰۃ

والتسلیم نے واضح کر دیا۔ گائے کا گوشت حلال اور مقوی، انڈا، مکھن،
دودھ، دہی ساری غذائیں اچھی ہی اچھی اسی طرح پھل پھلواری، دال
ترکاری۔ اجمال یا تفصیل سے بہر صورت کسی نہ کسی طرح ہر شے کے
متعلق حکم بتا دیا گیا اور پھر جس کی حرمت ثابت نہ ہو اس کے لئے
اَصْلُ الشَّیْءِ فِیْ کُلِّ اَمْرٍ اِبَاحَۃٌ کا کلیہ فقہائے نے ترتیب دیدیا۔ گوشت
حضور انورؐ نے بھی کھایا۔ صحابہؓ نے بھی تناول فرمایا تابعین وتبع تابعین
سبھی نے نوش جان کیا۔ مگر کس طرح؟ کیا ہماری طرح کوٹ کر مصالحہ
ملا کر کباب سیخ بنا کر یا مرغن ومجرب قلیا قورما، سوپ، یخنی بنا کر یا
یونہی بڑے بڑے ٹکڑے آگ پر گرم فرما کر؟ آج اگر گوشت کو ان
ترکیبوں سے پکایا جائے تو کیا کوئی سمجھ دار اس پر یہ اعتراض کر سکتا
ہے کہ کھانے کا یہ طریقہ بدعت یا خارج از اباحت، ہاں جو کہے گا
یوں ہی کہے گا کہ گوشت کھانا سنت، دست کا گوشت اور بھی زائد
قابلِ رغبت اس لئے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کو اس سے خاص الفت، اسی طرح اس باب میں بھی تصور فرمایئے
کہ ذکرِ نفی اثبات یا اسمِ ذات ہی ہے نہ کہ کچھ اور اس کا وِرد کرنا ہر مومن
ومسلم کا کام۔ ہاں وِرد کا کیا عنوان، یہ ہر ایک شخص اپنی آسانی اور ضرورت
کے مطابق خود غور کر لے کہ کس طرح میرے لئے زیادہ نافع ہوگا اور
اس روحانی غذا کو کس طرح کس مصالحہ کے ساتھ بنا کر میں زیادہ
لذت یاب ہوسکتا ہوں۔ خود نہ غور کرسکے دوسروں سے مشورہ کر کے
کہ کھانا پکانے کے نت نئے طریقے روز بروز یونہی نکلتے رہتے ہیں۔ ایک

اصول یہیں سمجھ لیجیے اور یاد رکھیے۔ انشاء اللہ تعالےٰ ہر جزئیہ میں کام
دے گا کہ ذکرِ الٰہی کا داخلِ دین ہونا تو ثابت، اب اگر ان طریقوں میں سے کسی طریق
پر کسی صاحب کو اعتراض ہو تو وہ براہِ کرم اس کے حرام، مکروہ تحریمی یا مکروہ
تنزیہی ہونے کے لئے کوئی دلیل شرعی یہاں فرمادیں۔ اگر ان تینوں باتوں
میں سے کسی کے لئے بھی دلیل نہ ہو (اور یقیناً نہیں ہے) تو امر مباح اپنی
اباحت پر قائم، چوں کہ یہ ذکر اللہ اس کا مستحب و سنت ہونا ظاہر و باہر۔
قرآنِ عظیم مُنَزَّلٌ مِنَ اللہِ اور اس کا پڑھنا اور جاننا ہر مسلمان پر
واجب؛ اس کے پڑھانے کے لئے دن رات ہم اپنی ضرورتوں کے
مطابق نئے نئے قاعدے بناتے ہیں۔ اسی کے لئے سمجھانے کے لئے صرف ونحو
اسی کے حقایق تک رسائی کے لئے معانی و بیان، پھر مخالفینِ قرآن کے
اعتراضات کے دفاع کے لئے معقول و فلسفہ، بنظرِ غور دیکھا جائے تو
یہ سب تعلیمات اسی لئے ہیں کہ خدا کا کلام سمجھنے کی قابلیت پیدا ہو جائے۔
اس طرح اصل مقصود ہے کہ بندہ اپنی شان بندگی کا لحاظ رکھتے ہوئے اس
معبودِ حقیقی کے دربار میں سرِ نیاز جھکائے اور جس عبادت کا وہ مالک
حقیقی مستحق ہے نیز جس اندازِ عبادت کو بجالانے کا یہ بندہ بشانِ عبدیت
مکلّف، وہ عبادت حضورِ قلب کے ساتھ بجالائے۔ تاکہ اس کے دربار
میں قرب و وصول کی نعمت سے مالا مال ہو کر عرفان کے منازل طے کرتے
ہوئے اس ربّ کو جانے اور اسے پہچانے اس عبادت کا بہترین طریق بلکہ
واحد انداز بصورتِ فرض بندہ کے ذمہ نماز کی شکل میں عاید کیا جاتا ہے اور
اسی نماز کو منازلِ عرفان کی معراجِ کمال بتایا جاتا ہے۔

سلوک الصّلوٰۃ

نماز کی اہمیت یہ فرماتے ہوئے جتائی جارہی ہے کہ:
اَلصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّیْنِ مَنْ اَقَامَھَا فَقَدْ اَقَامَ الدِّیْنَ وَمَنْ
تَرَکَھَا فَقَدْ ھَدَمَ الدِّیْنَ ۔ نماز دین کا ستون ہے، جس نے
اسے قائم کیا۔ (یعنے وقت پر ادا کیا) اس نے اپنے دین کو قائم کیا اور
جس نے اس کو ترک کیا دین کی عمارت کو ڈھادیا۔ کہیں ارشاد ہوتا ہے
کہ اَلْفَرْقُ بَیْنَ الْعَبْدِ وَالْکُفْرِ الصَّلٰوۃُ بندہ اور کافر (پھرے
ہوئے) میں فرق نماز ہی سے ہے کہ جو اپنے آپ کو خدا کا بندہ سمجھتا ہے
جبینِ نیاز مالک بے نیاز کی بارگاہ میں جھکاتا ہے، جو سرکشی کرتا ہے کافر
(پھرا ہوا) کہلاتا ہے۔ بے شک نماز ہی وہ بہترین عبادت ہے، جو بندہ
کو مولےٰ سے ملنے کا رستہ بتائے اور قرب کے منازل طے کرائے کہ
اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۔ نماز ایمان والوں کی معراج ہے۔
خواہ اُسے یوں سمجھ لیجئے کہ جس طرح لَیْلَۃُ الْمِعْرَاج میں صاحبِ معراج
رسولِ اکرم صلّی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم نے جمالِ الٰہی بے پردہ و بے حجاب
ملاحظہ فرمایا۔ اسی طرح بندہ چشمِ بصیرت و نظرِ قلبی سے حالتِ نماز
میں تجلّیاتِ الٰہیّہ کا معائنہ کرتا ہے۔

اِسی لئے ارشاد ہوتا ہے کہ وَاعْبُدْ رَبَّکَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ۔
اپنے ربّ کی عبادت اس طرح کرو گویا اس ربّ کو دیکھ رہے ہو۔ قرآن عظیم

نے اسی کیفیت کی طرف اَلَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلٰوتِھِمْ خَاشِعُوْنَ (۲:۲۳) (وہ جو
اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں) کہتے ہوئے اشارہ کیا۔ پس غور طلب
یہ امر ہے کہ یہ کیفیت خشوع وخضوع اور یہ حضوری جس کی یہاں تک
تاکید کہ لَاصَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ[۱] ۔ کیوں کر میسر آئے اور وَاعْبُدْ
رَبَّكَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ ۔ (اپنے رب کی عبادت اس طرح کر گویا تو
اسے دیکھ رہا ہے)۔ کی صورت کس طرح جلوہ دکھائے۔ ظاہر ہے
کہ جب تک آئینہ قلب تکدرات ماسوی اللہ میں آلودہ ہے اور
خس وخاشاک تخیلات واہیہ سے ملوّث، تجلیاتِ الٰہیہ اس میں
کیوں کر جلوہ نما ہوں آج آلودہ زنگ خوردۂ آئینۂ آفتاب کی ایک
کرن کا رونما بھی نہیں ہوسکتا تو زنگ آلودہ قلب کیوں کر اس آفتاب
حقیقت کے پرتو سے منوّر ہوسکتا ہے ؎

زد تو زنگار از رخِ او پاک کن
بعد از آں آن نور را ادراک کن

لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا ذکر پاس انفاس کی کیفیت میں ہو یا جلی وخفی
کی شکل میں، اسی خس وخاشاک کے دور کرنے کے لئے کیا جاتا
ہے اور چشتیہ وقادریہ وسہروردیہ ونقشبندیہ اذکار کی وہ
تمام مشقیں اسی زنگ معاصی کے اثر کو زایل کرنے کے لئے کی
جاتی ہیں ؎

---

[۱] بغیر دل لگائے نماز ہوتی ہی نہیں۔ (حدیث)

رکھ اپنا وِرد دِلا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
ہے زنگِ دل کی جِلا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

مراقبات میں یکسوئی کی مشق اسی لئے بڑھائی جاتی ہے کہ
قلب وروح لطف نماز سے بہرہ اندوز ہونے کے قابل بن جائیں
اس وقت نماز حقیقی نماز ہوجائے گی۔ اسی لئے اس تزکیہ وتصفیہ
کے طریق پر عمل کرنے والے تصوف کی اصل اسی مبارک حدیث میں
بتا رہے ہیں جو احسان کی تعریف اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ
سے کر رہی ہے بے شک جب آئینہ قلب کو اس طرح مجلّیٰ ومصفّیٰ بنا کر
پوری یکسوئی کے ساتھ اس معراج صلوٰۃ پر گامزن ہوں، تو عروج یقینی و
وصول قطعی، انشاء اللہ تعالیٰ۔ یہی وجہ ہے کہ حقیقی وواقعی نماز
کے ادا کرنے والے یقیناً اس نماز ہی کے ذریعہ تمام مدارج طے
فرماتے اور منزلِ مقصود تک رسائی پاتے ہیں۔ یہ مسلم ہے کہ نماز کے لئے
طہارت شرط، اور بدن کا نجاست سے پاک ہونا لزوماً ضروری نجاست
کی دو قسمیں فقہ میں بیان کی گئیں۔ اوّل نجاست حقیقی جیسے پیشاب
پاخانہ شراب وغیرہ۔ دوم نجاست حکمی جیسے جنابت یا حدث جس طرح
نظر ظاہر میں نجاستِ حقیقی کو دیکھتی ہے اور دور کرنا ضروری سمجھتی ہے۔
اسی نظر شریعت میں، نجاست حکمی کو ملاحظہ کرتی اور غسل ووضو سے
دور کرنا ضروری سمجھتی ہے یہی غسل ووضو بے شک بدن کو ظاہری میل کچیل
سے پاک بناتا اور نجاست حکمی کو دور کرتا ہے۔ نظر حقیقت بین
معاصی کی نجاست کی طرف جاتی ہے اور بفحوائے ارشاد سرکارِ

دو[1] عالم صلی اللہ علیہ وسلم کہ وضو میں ہاتھوں کا دھونا۔ ہاتھوں کو گناہوں سے
پاک بناتا ہے۔ چہرہ پر پانی کا بہانا چہرہ کے صغیرہ گناہوں کو دھوتا ہے۔
وعلیٰ ہٰذا القیاس۔ پھر آخر میں اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ کہنے والا
بندہ تمام کبیرہ گناہوں سے بریت کا اظہار کرتا ہے۔ اسی غسل و وضو کی
معنوی کیفیات وہ تمام طرق توبہ و اذکار و اشغال عالم ناسوت ہیں، جو
حقیقی نماز پڑھنے کا طالب، لذت نماز سے فیض یاب ہونے کے لئے
عمل میں لاتا ہے۔ اب عالم ناسوت سے سیر ملکوت کی طرف اٹھتا ہے
اور بفحوائے مِفْتَاحُ الصَّلٰوۃِ الطُّھُوْرُ وَ تَحْرِیْمُھَا التَّکْبِیْرُ وَ
تَحْلِیْلُھَا التَّسْلِیْمُ، قلب کو ماسوی اللہ سے پاک بنا کر حرم صلوٰۃ میں
داخل ہونے والا اللہ اکبر کہہ کر دروازہ ناسوت کو بند کرتا اور ملکوتی شان
اپنے اندر پیدا کرتا ہے ملائک کی شان ہے۔ یُسَبِّحُوْنَ[2] الَّیْلَ وَ
النَّھَارَ نیز وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ[3] رات دن اللہ کی تسبیح کریں اور
وہی کریں، جو حکم پائیں۔ سب سے پہلے تسبیح و تہلیل سے افتتاح کرتا ہے۔

---

[1] عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا توضاء العبد المسلم والمومن فغسل وجھہ خرج من وجھہ کل خطیئۃ نظر الیھا بعینیہ مع الماء او مع اخر قطر الماء فاذا غسل یدیہ خرج من یدیہ کل خطیئۃ کان بطشھا یداہ مع اخر قطر الماء فاذا غسل رجلیہ خرج کل خطیئۃ مشتھا رجلاہ مع الماء او مع اخر قطر الماء حتی یخرج نقیا من الذنوب۔ (مسلم شریف)

[2] القرآن۔ ۲۰:۲۱۔ [3] القرآن۔ ۱۶:۵۰

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ
وَلَآ اِلٰہَ غَیْرُکَ۔

سرکش شیطان سے پناہ مانگتے ہوئے خدا کا نام لے کر اسی کی زبان
میں حمد باری تعالیٰ بجا لاتا ہے۔ اُس مالک کی شان بندہ نوازی کہ جو شرف
ہم کلامی شبانہ روز تسبیح و تہلیل میں مشغول رہنے والے ملائکہ کو حاصل ہو،
وہ آلودۂ معاصی بندہ جو ابھی ابھی توبہ کے پانی سے طہارت حاصل کرتے
ہوئے حاضر دربار ہوا ہے اسی مرتبہ پر فائز فرمایا جاتا ہے۔

دریائے رحمت جوش زن ہے۔ بندہ نے عرض کیا۔ اَلْحَمْدُ
لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ادھر سے ارشاد ہوتا ہے۔ حَمِدَنِیْ عَبْدِیْ میرے
بندہ نے میری تعریف بیان کی۔ بندہ عرض کرتا ہے۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
ادھر سے ارشاد ہوتا ہے مَجَّدَنِیْ عَبْدِیْ بندہ عرض کرتا ہے۔ مٰلِکِ
یَوْمِ الدِّیْنِ اُدھر سے ارشاد ہوتا ہے اَثْنٰی عَلَیَّ عَبْدِیْ۔ بندہ اپنی صحیح
حالت کا بیان اس طرح کرتا ہے اور اپنا رابطہ اس مالک کے ساتھ اس
طرح جتاتا ہے اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔ یعنی میں نے تمام ماسوی
اللہ کو چھوڑا۔ سب جہان سے منہ موڑا۔ میں تیرا بندہ تو میرا معبود، نہ کسی سے
یہ رشتہ عبدیت، نہ کسی سے طلب و استعانت، تیری ہی عبادت کرتے
ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں اس جاذبہ کا سامنے آنا ہے اور اس کمال طلب
کا پیش کیا جانا کہ اُدھر سے دریائے محبت کی موجیں بڑھ کر استقبال کرتی
ہیں اور بغایت جود و کرم ارشاد ہوتا ہے ھٰذَا بَیْنِیْ وَبَیْنَ عَبْدِیْ
وَلِعَبْدِیْ مَا سَاَلَ۔ یہ میرے اور میرے بندہ کے درمیان راز و نیاز

کی بات ہے کہ اُس نے سارے عالم سے رُوگردانی کرکے میری چوکھٹ کو تھاما اور یہاں سرِنیاز کو جھکایا ہے۔ پس میرے بندے کے لئے ہے، جو چاہے وہ مانگے۔ گویا صاف لفظوں میں یوں کہا جاتا ہے کہ مانگ کیا مانگتا ہے؟ سمجھدار بندہ دنیا کی دولت عالم کی عزت سب پر لات مار کر طالبِ ذات بن کر آیا ہے۔ اس لئے مردانہ وار نیاز مندانہ صورت میں طلب ذات کس خوب صورت انداز سے کرتا ہے۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ مجھے سیدھی راہ پر لگا دے۔

خط مستقیم دو نقطوں کے درمیان اقرب الخطوط کو کہتے ہیں، بندہ کی طلب بھی یہی کہ نقطۂ واجب الوجود و نقطۂ ممکن الوجود (مخلوق) یا نقطہ عبد و نقطۂ معبود کے درمیان جو اقرب الخطوط ہو اس پر مجھے جما دے لگا دے۔ یعنی میرے اور تیرے درمیان جو حجابات ہیں انھیں اٹھا کر مجھے اپنی ہستی میں ایسا گم کر دے کہ بس تُو ہی تو رہ جائے اور غیریت مٹ جائے۔ ؎

اے جانِ جہاں اے رُوحِ رواں بس تو ہی رہے اور میں نہ رہوں
میں تجھ میں ہوں گم تو مجھ میں عیاں، بس تو ہی رہے اور میں نہ رہوں

یہی راہ ہے یہی طریقہ ہے جس پر تیرے وہ بندے چلے، جن پر تُو نے انعام کیا اور اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ (۵:۳) کا خلعت پہنا کر اپنا مظہرِ حقیقت بنایا۔ یعنی انبیاء و مرسلین صدیقین شہداء و صالحین عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَرِضْوَانُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ اور اس کج روی سے بچا لے، جس میں وہ لوگ پڑے رہے، جن پر

تو نے غضب کیا اور جو گمراہ ہو گئے۔ آمین کہا دعا قبول ہوئی۔ وہ عزّتِ خاص بخشی گئی کہ خدا کا کلام اور بندہ کی زبان کچھ دیر کے لئے، بندہ ہے اور مجرد تلاوتِ قرآن فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ کا فرمان اس پر برہان اس گذارش کا دربار خداوندی میں پیش کیا جانا اور درِ اجابت کا وا ہونا؛ جبروتی جلوہ نظرِ حقیقت بین کو محوِ تماشا کرتے ہیں ملکوت سے جبروت کی طرف صعُود ہے۔ اور الٰہی جلال و جبروت کی شان ملاحظہ کرتے ہی بندہ باادب دربار ایزدی میں سرِ نیاز جُھکا رہا ہے اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہتے ہوئے سر جُھکانا اور سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ کہنا انہی کیفیات جبروت کے مشاہدہ کا پتہ دیتا ہے فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ فرماتے ہوئے اسی عظمت و جبروت والی ذات کی تسبیح کا حکم دیا گیا۔ یہاں سالک مقامِ جبروت مصلّیٰ، مشاہدۂ تجلّیات جبروتی میں محوِ تماشا ہے اور اس سمیع حقیقی کی صفت سماعت کا نظارہ کرتے ہوئے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہتے ہوئے، سر اُٹھاتا ہے رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ اس موہبت عظمیٰ پر ادائے شکر کا انداز ہے شوق جمالِ یار میں دیوانہ وار خود رفتہ ہو کر عالمِ بے خودی میں سر جھکاتا ہے اور سجدۂ نیاز بجا لاتا ہے۔ یہ ہے قربِ خاص کا مقام، کہ حدیث میں آیا، "بندہ کو اپنے مولیٰ کے ساتھ سب سے زیادہ قرب حالت سجدہ میں ہوتا ہے۔" اب نہ پردہ ہے نہ حجاب لاہوتی جلوہ آنکھوں میں ہے اور بندہ بشکل "ھ" "ہائے ہویت میں گم ہے۔ زبان سے شکریہ باری میں اس کے علو مکان کے ملاحظہ پر سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى کہہ رہا ہے۔ اِدھر سے لاہوت کی طرف

پیش قدمی تھی۔ ادھر ھا ہوتی و با ہوتی عوالِم کے نظاروں سے طالبِ صادق کا استقبال کیا جا رہا ہے وہ ذات بحت بے حد و بے نہایت ؎

اے برادر بے نہایت در گہے است

ہر چہ بروے می رسی بروے مایست

کا سبق پڑھنے والا اس کمال اشتیاق میں کہ اب اس سے آگے رسائی ہو گی سر اٹھاتا ہے اور بکمال خضوع سر جھکاتا ہے۔ پھر وہی نظارہ ہے وہی تماشا اِدھر حیرت بالائے حیرت کا اضافہ؛ یہ مقام تلوین ہے اپنی آلودگیٔ عالم ناسوت کے ساتھ وابستگی؛ پر شرماتا ہے۔

اور پھر اسی حالت اولیٰ کی طرف عود کرتا ہے کہ مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ اپنی بے بضاعتی پر آنسو بہاتا ہے اور پھر بغایت خضوع و خشوع تلاوت فاتحہ وَمَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ کرتے ہوئے اسی عالم کی طرف دوڑ رہا ہے۔ آخر سجدہ کے بعد اجازت قعود ملتی ہے اور اس نوازش و مکرمت پر شکریہ بجالانے کے لئے آداب و تحیات دربار اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰةُ وَالطَّيِّبَاتُ کہتے ہوئے ادا کرتا ہے اور اس سرکار احمد مختار روحی فداہُ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی طرف متوجہ ہوتا ہے، جن کے صدقے میں یہ سعادت ملی' اسمِ سابقہ میں سے کوئی برسوں حالت قیام ہی میں رہا۔ کسی کو رکوع سے زاید آداب بجالانے کی اجازت ہی نہ ملی۔ کوئی سجدہ ہی میں برسوں سر گرا کیا۔ یہاں یہ لطف و کرم کہ سب مقامات ایک ہی وقت میں طے اور سب کیفیات کا ایک ہی وقت میں ورود' وہ نہ دے کچھ نہ ملے یہ کچھ نہ تقسیم فرمائیں ہم کچھ

نہ پائیں وہ دینے والا یہ بانٹنے والے۔ اِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ انہی کی شان؛ وَاللّٰهُ الْمُعْطِي اسی کا مرتبہ بغایت اَدب نقل واقعۂ معراج کی نیت سے نہیں، بلکہ، بملاحظۂ حضوری دربار سرکار ابد قرار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم عرض پرداز کہ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، پھر اس حالت پر استقامت اور اس راہ پر ثبات کے لئے دعا کرتا ہے اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ بحر توحید میں غواصی کے لئے أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کا نعرہ لگاتے ہوئے اپنی اسی نسبت کا اظہار کرتے ہوئے، جن کے صدقہ میں یہ مدارج نصیب ہوئے ان کی رسالت کی گواہی أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ (صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) کہتے ہوئے دیتا ہے کہ یہ ایسی جلیل بارگاہ ہے جہاں وہ افضل الرسل ہادی سبل صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم بہ شان عبدیت جبین نیاز جھکائے ہوئے ہیں اور رحمتِ الٰہی کی طلب، اس صحیح انداز میں کرتا ہے کہ رحمت ہمیشہ اصل پر آئے تو فروع تک پہنچتی ہے اصل کائنات ذات سیّد موجودات صلّی اللہ علیہ وسلّم ہے۔ ان پر رحمت آئے تو غلاموں تک پہنچ جائے۔ اسی لئے وہ مالکِ عالم یوں فرماتا ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ یقیناً اللہ رحمت بھیجتا اور فرشتے رحمت لے کر آتے ہیں، نبی صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم پر (پس) يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے ایمان والو! (اگر تم اللہ کی رحمت سے حصّہ لینا چاہتے ہو اور خدا کے کرم کے خواستگار ہو تو صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ ان کے لئے دعائے رحمت کرو اور ان کے دربار میں

سلام بجالانے کے آداب کے موافق ہدیہ سلام پیش کرو اسی لئے دعا ہے
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا
مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاهِیْمَ
اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ط اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی
اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَكْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا
اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ط

پھر شرمندہ ہے اپنی کوتاہی پر اور بکمال تضرع عرض پرداز ہے کہ
اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا كَثِیْرًا وَّلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ
فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ
اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ کہنا تھا کہ پھر عالم ناسوت سامنے ہے اور
اس کے تمام لذائذ اپنی اصلی صورت میں موجود لیکن ؎

حور پر آنکھ نہ ڈالے کبھی شیدا تیرا
سب سے بیگانہ ہے اے دوست شناسا تیرا

تیز ترین روشنی سے معمولی روشنی میں آنے والا انسان جانتا ہے کہ
اگرچہ اس شمع سے گھر میں اُجالا ہے، مگر بجلی کی سینکڑوں بتیوں کے انوار
نے اس کی آنکھوں میں وہ کیفیت نورانیہ برقیہ پہنچائی ہے کہ اب یہ شمع
کا اجالا بھی اسے اندھیرا ہی معلوم ہوتا ہے۔

اس نورانیت حقیقی سے چشم باطن کا لذت اندوز ہونا وہ کیفیت
پیدا کر چکا ہے کہ اب اس عالم ناسوت کی کوئی لذت جس میں وہ کیفیت
حقیقی نہ ہو۔ یعنی کوئی معصیت خواہ کیسی ہی دلربایانہ شکل میں کیوں نہ آئے۔

اس کی آنکھوں میں نہیں سماتی یہی معنی ہیں اس مبارک فرمان کے کہ اِنَّ الصَّلٰوةَ
تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ[1] (نماز تمام فحشاء و منکرات سے بچاتی ہے)
نماز کی لذت سے بہرہ یاب ہونے والے کو اب کوئی معصیت و فسق و فجور
بھاتا ہی نہیں اور اسے ان میں سے کسی چیز میں مزا آتا ہی نہیں زہد و ورع
تقویٰ و طہارت کی حقیقت روشن ہوتی ہے اور مست دیدار محو تماشائے یار،
پھر اسی آنکھوں کی ٹھنڈک کا طالب ہے۔ کَمَا قِیْلَ: "قُرَّةُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوةِ"

یہ فرائض کی ادا تھی۔ اب سنن میں شغف اس سے بھی آگے بڑھیے
تو نوافل میں مشغولی تا آنکہ محو عبادت ہے اور اس نماز ہی کے ذریعہ درجات
قرب پر فائز، لَا یَزَالُ عَبْدُ الْمُؤْمِنُ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ
حَتّٰی كُنْتُ اَحْبَبْتُهٗ۔ میرا مومن بندہ نفلوں کی کثرت کے سبب مجھ سے
نزدیکی حاصل کرتا ہی رہتا ہے۔ یہاں تک کہ (میری محبوبیت کے خلعت
فاخرہ سے نوازا جاتا ہے)۔ میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں۔ وہ طلب
تھی جس کا جاذبہ اس بزم تک بار دلانے والا ہوا۔ اب طالب رنگ محبوبیت
میں رنگا جا رہا ہے۔ صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً[2]
اللہ کا رنگ بھلا اللہ کے رنگ سے زیادہ اچھا رنگ کون سا ہوگا۔ آخر
طالب مطلوب میں حبیب محبوب میں ایسا محو ہے کہ ممکن واجب میں فنا اور
مجاز حقیقت میں گم ؎

میں تھا بھی کہاں اور ہوں بھی کہاں ہستی ہے میری ایک وہم و گماں
جب آئے یقین مٹ جائے گماں بس تو ہی رہے اور میں نہ رہوں

---
[1] القرآن - ۴۵:۲۹ - [2] القرآن - ۲:۱۳۸ -

وَاعۡبُدۡ رَبَّكَ حَتّٰى يَاۡتِيَكَ الۡيَقِيۡنُ[1] میں اسی کیفیت کی طرف اشارہ تھا۔ اب کہ ہستی طالب ہستی حقیقی میں گم ہے نظر ظاہر بیں اس کے فعل کو اس کے جسم کا فعل سمجھے اس کا بولنا زبان کی حرکت سُننا کانوں کی قوت، چلنا پھرنا پیروں کی طاقت پر محمول کیا جائے مگر ع

کوئی اور بولتا ہے، یہ میری زباں نہ سمجھو

كُنۡتُ سَمۡعَهُ الَّذِىۡ يَسۡمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِىۡ يُبۡصِرُ بِهٖ وَيَدَهُ الَّذِىۡ يَبۡطِشُ بِهٖ۔ تمام عالم اس کے تحت و تصرف، جہان بھر میں اس کا حکم، خدا کی قوت، خدا کی طاقت اس کی سمع اور اس کی بصارت کون سی چیز ہے، جو خارج ہو سکے؟ اس آئینہ میں وہی جلوہ آشکار ؎

طُور جل کر رہ گیا جلوہ ہے اب تک برقرار

حسن میں تھی پختہ کاری جوش سودا خام تھا

طُور سے اِنِّىۡۤ اَنَا رَبُّكَ کی آواز آتی ہے تو وہی آواز سُبۡحَانِىۡ مَا اَعۡظَمَ شَانِىۡ[2] کا کلمہ یہاں بھی سناتی ہے۔ مگر حاشا حاشا یہ نہ سمجھنا کہ اس جسم میں اُس ذات کا حلول ہے لَاحَوۡلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ بلکہ یہ وجود اس ہستی حقیقی میں فنا "یہ" ہے ہی نہیں وہی "وہ" ہے ؎

بخدا غیر خدا در دو جہاں چیزے نیست

بے نشان است کز و نام و نشاں چیزے نیست

ہستی تست حجاب تو وگرنہ پیداست

کہ دریں پردہ بجز دوست نہاں چیزے نیست

---

[1] القرآن-۹۹:۱۵- [2] قول: محبوب سبحانی-

لَا آدَمَ فِى الۡكَوۡنِ وَلَا اِبۡلِيۡسُ

لَا مُلۡكَ سُلَيۡمَانَ وَلَا بِلۡقِيۡسُ

فَالۡكُلُّ عِبَارَةٌ وَاَنۡتَ الۡمَعۡنٰى

يَا مَنۡ هُوَ لِلۡقُلُوۡبِ مِقۡنَاطِيۡسُ

اس میدان میں نہ قلم کو یارائے تحریر نہ اس زبان کو مجال تقریر، جو کچھ ہے حال، قال کی گنجائش نہیں، جو بولا تباہ ہوا، جس نے سمجھا اور پایا وہ خود ہی نہ رہا جو بولتا۔ وَمَا تَوۡفِيۡقِىۡۤ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ وَاِلَيۡهِ اُنِيۡبُ[1]

---

[1] القرآن-۸۸:۱۱-

دُنیا کے دوسرے مذاہب اور اُن کا سلوک

لیل ونہار کا اختلاف دُنیا کا انقلاب مصنوعات سے صانع کی طرف خیال کی روانی، عِلل واسباب کا غیر متناہی دور وتسلسل عِلّت اولیٰ کے تخیّل تک رہبری کرتا ہی ہے قطع نظر اُن افراد کے جنھوں نے تعیش وراحت پسندی اپنی زندگی کا لُبِّ لباب تصوّر کرلیا ہو۔ دائرۂ غور وفکر میں قدم رکھنے والا، حقائق مادّیات کی طرف التفات کرنے والا ہر نفس اس نتیجہ پر پہنچتا اور ضرور پہنچتا ہے کہ کوئی نہ کوئی ہستی اس عالم کی مشینری کو ضرور چلارہی ہے۔ تماشا گاہ عالم کے اِن نت نئے کھیلوں نے جو اس دَورِ ترقی کی مابہ الامتیاز خصوصیت کہے جاسکتے ہیں۔ اگرچہ آج اکثریت کو ایسا محو تماشا کیا ہو کہ وہ اس طرف عنانِ تخیّل کا پھیرنا بھی اضاعت وقت وحماقت تصوّر کریں لیکن اقلیت ہی سہی اس زمانہ میں بھی اس طرف متوجہ ہوتی اور ضرور ہوتی ہے۔ کسی نہ کسی گوشہ سے کبھی نہ کبھی مالک حقیقی کے نام کی آواز آہی جاتی ہے۔ مذاہب کی کانفرنسیں تخیّلات مذہبی کو تازہ کرنے والی ہوں، یا دنیوی زندگی کے نشیب وفراز، موت وحیات کی کش مکش، علائق وروابط کی کڑیوں کا ٹوٹنا اور قلبی رشتۂ محبّت سے مربوط افراد کا یک لخت چھوٹنا، ٹوٹے ہوئے دلوں میں اس کی یاد کو

پیدا کرہی دیتا ہے۔ زمانہ قدیم میں جب تک دو آتشہ دُخترِ رز کی البیلی اداؤں نے دنیا کو اس قدر بے خود نہ بنایا تھا۔ حُسنِ مادی کے طرزِ دلبری نے لوگوں کے قلوب کو بہت نہ رجھایا تھا۔ ضرور ایسے افراد کی کثرت پائی جاتی ہے، جو اُس حُسنِ حقیقی کی تلاش میں سرگرداں وحیران ہوں۔ وہ فلاسفہ کی شکل میں ہوں یا جوگیوں اور رشیوں کے پیکر میں کچھ نہ کچھ پاتے ہی ہوں گے جسے دکھا کر ایک جماعت کو اپنا متبع بناتے اور اپنی اپنی جماعتوں کی قیادت وسیادت فرماتے ہیں۔

نبی ورسول کے اصطلاحی نام تو یقیناً انھیں نہیں دیئے جاسکتے اس لئے کہ یہ شریعت اسلام کے مصطلحہ خطابات ہیں۔ تاوقتیکہ کسی شخصیت کے متعلق یقینی صورت یعنی الہام ووحی واقعی کے ذریعہ اس خطاب سے نوازا جانا ثابت نہ ہو جائے۔ دنیا کے کسی انسان کو یہ حق نہیں کہ کسی کو اس خطاب سے مخاطب بنا سکے بلا تمثیل، خان بہادر، رائے بہادر، سر اور نائٹ کے خطابات اگرچہ اپنے لغوی اعتبار سے ہر بہادر، مقتدر اور رائی کے معتمد پر صادق آسکیں یا کسی فرد کا اپنی قوم و جماعت یا حکومت میں ایسا اقتدار جو اس قسم کے خطاب یافتگان کو حاصل ہوتا ہے تخیل کو اس حد تک پہنچائے کہ فلاں اس خطاب کا مخاطب ہے لیکن آپ کی تخصیص اور آپ کا تخاطب قانون حکومت کے نزدیک صحیح نہیں قرار دیا جاسکتا تاوقتیکہ واقعی حکومت نے اس خطاب کی منظوری نہ دی ہو۔ نیز آپ اس قسم کے غلط تخاطب کے جرم سے بری نہیں ہوسکتے۔ تاوقتیکہ آپ اس کے ثبوت میں حکومت کے کسی مسلّمہ

اعلان کی گارنٹی پیش نہ کرسکیں اسی لئے شریعت حقہ اسلام کا یہ فتوی کہ جس طرح کسی ایسے نبی و رسول کی نبوت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ جن کی نبوت و رسالت کی خبر وحی یقینی قران عظیم نے دی یا رسول کریم علیہ الصّلوٰۃ والتسلیم نے اس کے متعلق حدیث صحیح میں اطلاع بخشی اسی طرح کسی ایسے فرد کو جس کے متعلق انہی دونوں ذریعوں سے تخصیص کے ساتھ اس خطاب کے پانے کی خبر نہ ملی نبیؐ کہنا یا رسُولؐ بتانا یقیناً خدائی فرمان کی توہین اور قانون شکنی ہوگی۔ آپ ان کو رہبر کہہ دیں بعض اقوام کا ہادی سمجھ لیں امکانی طور پر یہ قیاسی حکم بھی لگادیں کہ ممکن ہے وہ ایسے ایسے ہوں مگر قطعی طور پر حکم دینا یقیناً سخت غلطی ہے جس میں آج اکثر لوگ مبتلاء والعیاذ باللہ منہا۔

المختصر وہ فلاسفہ یا جوگی، اوتار یا رشی جماعتوں کے رہبر، یا ہادی جب کبھی صحیح طریق پر اس روح حقیقی کی تلاش میں قدم اٹھاتے ہیں اس راہ روی کے لئے ایک اصول اولین متفقہ طور پر بتاتے ہیں۔ اس لئے کہ اس کے لئے شواہد و نظائر پاتے ہیں مختلف و متضاد قوتوں کا مجموعہ وجود انسانی آب و آتش و خاک و باد کے عناصر مختلف المزاج سے مرکب ہونے کے سبب صفات مختلفہ کا آئینہ ۔ اس میں قہر و غضب بھی ہے اور رونق و رافت بھی ظلم و ستم بھی ہے اور عدل و رحم بھی۔ بے پروائی و بیہودگی بھی ہے اور نکتہ رسی و سنجیدگی بھی ایک قوت اگر کج روی کی طرف لئے جارہی ہے تو دوسری طرف ضمیر، صحیح راہ روی کے لئے دلیل یہی ۔ راحت پسندی عیش پرستی بستر پر آرام کرنے کے لئے مجبور کرتی ہے۔ مگر عاقبت بینی محنت و مزدوری کرنے اور عرق ریزی

کرتے ہوئے دکان داری و نوکری چاکری کا بوجھ کاندھوں پر دھرتی ہے یہ سمجھتے ہوئے کہ اگر لذات نفسانی میں پھنس جائیں کھیل تماشے کی دلدل میں دھنس جائیں حقیقی آرام نہ پائیں گے ۔ یہ غور کرتے ہوئے کہ ہمارے نفس کی مثال بچّہ کی سی ہے بچّوں کو اگر ان کی مائیں دُودھ پلانا نہ چھڑائیں بچّے جوان ہوجائیں اور ماں کا دُودھ نہ چھوڑنے پائیں۔ اس لئے آج روئیں یا مچلیں یا ضد کریں یا فیل بھریں کسی نہ کسی طرح ان کو بہلا لیا جائے اور دُودھ چھڑا ہی دیا جائے۔ نفس کی مخالفت، مجاہدہ و ریاضت مشقت سے کرتے اور اسی طرح اس راہ پر قدم دھرتے ہیں۔

رہی یہ بات کہ منزل مقصود کو پاتے اور شاہد مطلوب کے دربار میں بار یاب ہوتے ہیں یا نہیں اس کے متعلق بے سوچے سمجھے لوگ جو چاہیں کہہ دیں مگر حقیقتاً برحسب اسبابِ ظاہر لا و نعم (نہیں، و ہاں) میں جواب دینا مشکل، زیادہ بریں نیست اِس قدر کہا جاسکتا ہے کہ مجاہدہ و ریاضت سے، نفس کُشی اور تپسیا سے روح میں قوت، شہوانیات و نفس امارہ کی حرکات میں کم زوری و نقاہت، پیدا ہوتی ہے۔

بعض بندگان خدا اس تھوڑی سی قوت اور معمولی سی طاقت کو اپنے اندر محسوس کرتے ہوئے۔ استدراج وارہاصات کے بکھیڑے میں پھنسے اور یہیں کے ہو رہے۔ بعض آگے بڑھے مگر عقلیات کے گھوڑے کہاں تک دوڑتے، مادیات کو معین راہ پاکر اسی بکھیڑے میں پھنس رہے۔ روح و مادہ دونوں کو قدیم مانا۔ روح کی منازل ارتقا کو (آواگاون) تناسخ کا چکر جانا اور اسی روح کو سب کچھ سمجھا۔ بعض سیر مادیات میں مصروف ہوئے اور صفات میں تدبر کرتے کرتے انہی مظاہر صفات کو عین ذات جاننے لگے۔ بعض نے

اپنے نزدیک انتہائی ترقی کی کثرت صفات کو معائنہ کرتے ہوئے اُن میں وحدت سمجھی اور توحید کے دریائے ناپید اکنار کے کنارے پر پہنچ کر اس قدر نتیجہ پا سکے کہ "ہست" "ہے" اس قسم کے مقتدا بہت سی قوموں اور جماعتوں میں گذرے سب کا احصا تو اس مختصر میں دشوار ہاں بالاجمال والاختصار صرف دو بڑی جماعتوں کے زبردست پیش رؤوں کی بعض تعلیمات کا اظہار۔ ایرانی آتش پرست کہی جانے والی جماعت کے مقتدا جناب زرتشت کے ماننے والے عوام آج کچھ کہیں اور کچھ کیا کریں وہ کواکب پرست ہوں یا آگ کو پوجیں، لیکن ان کی تعلیمات کے سمجھنے والے نفوس کے حالات کا جب مطالعہ کیا جاتا ہے تو توحید کی جھلک اگرچہ ہزار پردوں میں سہی نمایاں ضرور ہوتی ہی ہے۔

دساتیر نامہ فرزآباد کی عبارت بجنسہٖ ملاحظہ ہو۔

"ہستی (دکسی / تشخص) سراسر (فروزھا / صفات) (اروند / عین) (گوہر / ذات) اوست و بیرون نیست"۔

آزر کیواں جو ایک جلیل القدر موبد ہے۔ اکبر کے زمانہ میں ہندوستان آیا۔ پٹنہ میں سکونت اختیار کی ۱۰۲۷ھ میں انتقال کیا۔ محمد محسن ایک فاضل ہم عصر کا بیان ہے کہ میں نے خدا کے وجود پر دو سو ساٹھ (۲۶۰) دلیلیں اس کی زبان سے سنیں اکثر خوارق بھی اس سے صادر ہوتے دیکھے موبد سروش خود نسل زرتشت سے تھا۔ عربی و فارسی ہی نہیں بلکہ ہندی زبان بھی اچھی طرح جانتا تھا۔ اسی کا شاگرد ہے اس جماعت کے متصوفین نے بھی طریق خداجوئی و

خداطلبی کے لئے اول جن شرائط کو ضروری جانا وہ نفس کشی و ریاضت پر ہی مبنی اصول متصوفین زرتشتین میں سلوک کی شرطیں پانچ بتائی گئیں:

۱۔ گرسنگی۔ ۲۔ خاموشی۔ ۳۔ بیداری۔ ۴۔ تنہائی۔ ۵۔ یادیزدانی

پیٹ بھرنے پر آرام ہی کی سوجھتی ہے۔ اس لئے نفس کو مشقت عبادت و ذکر الٰہی پر مجبور کرنے کے لئے بھی سب سے مقدم عادت گرسنگی ہی ہے۔ زبان جب دوسروں سے ہم کلامی میں مشغول ہوگئی۔ خدا سے باتیں کیوں کر کر سکے گی، جو سویا اس نے کھویا بیداری امر ضروری۔ زیادہ سونے سے بدن میں سستی آئی کام میں خرابی ہوئی بالخصوص اُس وقت جب کہ ہجوم مخلوق نہ ہو بلکہ عالم تنہائی اور دنیا پر سکون طاری جب تمام عالم خاموش اس وقت صاحب ہوش اٹھتا اور یاد یزدان کرتا ہے۔ یاد یزدان کے لئے تین امور کا حضور ضرور، اول خدا دوم قلب، سوم تصور مرشد اذکار کی نشستیں بہت طریقہ مختلف مگر یہاں صرف ایک مشق دیکھو۔

طریقِ مشقِ زرتشتی

ہیئت چار زانو بیٹھئے، دایاں پیر بائیں ران پر رکھیئے اور بایاں پیر دائیں ران پر دونوں ہاتھ پیٹھ کے پیچھے لے کر سیدھے ہاتھ سے بائیں پیر کا انگوٹھا پکڑیئے اور بائیں ہاتھ سے سیدھے پیر کا انگوٹھا تھامیئے نظر پرۂ بینی پر جمائیے۔

طریقِ ذکر سانس کو دماغ میں روکیئے اور ایزد یا یزداں کا ذکر شروع کیجئے۔ جبس دم کئے ہوئے انہی اسماء میں سے کسی اسم کو

خیال ہی خیال میں کہے جائیے اس ذکر سے حرارت بڑھے گی اور ایک
نورانی جھلک پردۂ خفا سے نمودار ہو کر تمام موجودات عالم دنیا کو منور و روشن
کر دے گی۔ اسی مشق ذکر کے سبب یکسوئی کی قوت پیدا ہو جائے گی۔ پھر
جیسے جیسے یہ قوت بڑھتی جائے گی۔ استدراج ارہاصات کی طاقت بھی
آجائے گی۔ یہ مشق بہت سی مشقوں کا خلاصہ یا یوں کہیئے کہ سب میں اعلےٰ
اور زیادہ بانتیجہ لیکن اس کی کیفیات اور اس اسم کے اثرات و کیفیات تک
محدود اس سے آگے وہی بڑھے جو اس سے بالا اسم کو جانے۔

ہندو یوگ

ہندوستان کی سرسبز و شاداب زمین، دریا و کوہسار کے خوشنما مناظر
بھی ایسے نہ تھے کہ اس سادگی کے دور میں جب طلسماتِ عالم اپنے
دِل فریب آئینوں میں اس حُسنِ مطلق کی تجلّیات دکھا رہے ہوں،
سمجھ دار نفوس کی توجہ حقیقت کی طرف نہ پھیرتے۔ ابرِ نیساں کا
برسنا پانی کے چشموں کا اُبلنا، کلیوں کا چٹکنا، پھولوں کا مہکنا، انواع و اقسام
کے میوہ دار درختوں کی بہار، قِسم قِسم کے غلّے کی پیداوار، نزولِ
رحمتِ پروردگار، پر ایک دلیل و برہان اور بھی اسماءِ صفات کے
جلوے راہبرِ منزلِ عرفان، جو خدا کے بندے، اس راہ کی طرف بڑھے،
وہی نفس کشی اور مجاہدہ کرتے ہوئے، انہی اسمارِ صفات کے ذریعہ
اس کے ذکر میں ڈوبے، کہ یہ اصول مسلمہ ہر جگہ آرام روح جب تک
ذکرِ اسمائے روح حقیقی سے غذا پاتے ہوئے قوت نہ حاصل کرے۔
اس راہ کی طرف بڑھے تو کیوں کر بڑھے، جوگ یا یوگ اس طریق کا
نام، اصل وہی ذکر اسمار اور گیان دھیان سے کام۔ تجرّد و تنہائی،
کم خوابی و کم خوری و کم گوئی سے شرائط کیش کی تبویب اور حبسِ دم
کے ساتھ۔ "اوم" کا ذکر دل کی صفائی یا روحانی عروج کی ترکیب،
مشقوں کے متعدد مختلف انداز ہر ایک سے مقصود وہی مالک کے

ساتھ رازونیاز ۔

مشقِ ذکر

بیٹھک کا طریقہ

۱۔ چار زانو بیٹھ کر دائیں پاؤں کی ایڑی بائیں سُرین کی جڑ میں جمائیں۔ بائیں پاؤں کی ایڑی دائیں سرین کی جڑ میں بٹھائیں۔ اسی طرح ہوا کے دروازہ کو بند فرمائیں۔ دونوں ہاتھ آگے رکھیں یا دونوں گھٹنوں پر راست رہیں۔

۲۔ چار زانو بیٹھیں مگر ایڑیاں بجائے نیچے کے اوپر ران کی جڑ میں جائیں۔

۳۔ دو زانو بیٹھیں۔ دونوں کہنیاں، دونوں رانوں کے درمیان جمائیں، ماتھا زمین پر رکھیں اور دونوں ہاتھوں سے گردن پر اس طرح حلقہ کریں کہ گدّی پر دونوں ہاتھ کی انگلیاں مل جائیں۔

۴۔ ہر دو سرین کی ہڈی زمین پر جمائیں، گھٹنے کھڑے کریں، ایڑیاں ہوا نکلنے کی جگہ لگائیں گھٹنوں سے دوسرے مقام کو دبائیں۔ دونوں کہنیاں پیٹ اور ران کے بیچ میں کھڑی کریں۔ دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے دونوں کانوں میں دیں انگوٹھے کی پاس والی دونوں ہاتھ کی انگلیوں سے ناک کے دونوں نتھنے دبائیں۔ اس کے پاس والی دونوں ہاتھ کی انگلیاں دونوں طرف سے ہونٹوں پر لگائیں دوسری انگلیاں بھی اسی طرح اس کے ساتھ ملائیں۔ اب سانس کے تمام مقامات بند ہوئے سانس کو کھینچ کر دماغ میں روکا اور خیال ہی خیال میں ذکر "اسم" "اوم" شروع کیا۔ جب تک سانس روک سکیں

روکے رہیں۔ یہاں تک کہ سانس روکنے کی گرمی سے خیالاتِ این وآن پگھل کر بہہ جائیں۔ نفس کی سب سے بڑی لذت یعنی تازہ ہوا کی آمد و رفت بھی رُک گئی وہ اپنے آپ کو مردہ سمجھ لے۔ ذکر کرتے کرتے جب بے خودی و محویت طاری ہو جائے۔ پردۂ غیب سے نورانی کیفیت طلوع فرمائے کون و مکان این وآن سب منوّر ہو جائے اور اس گیان و دھیان میں وہ مزہ پائے کہ تمام لذّاتِ دُنیوی کو بھول جائے اس قسم کے ایک لمحہ پر برسوں کے آرام چین کو قربان کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔

لیکن یہ سیر بھی۔ اسم اوم کے معانی کے مطابق اسی کائنات کی سیر ہو گی اور یہ علم اور پہچان بھی اسی اسمِ صفت کی تجلّیات کے معائنہ تک محدود۔ سارے ویدوں کو مطالعہ کر جائیں تمام شاستروں کو دیکھ جائیں اس ذات بحت کے اسمِ ذات کا کہیں اشارہ تک نہ پائیں۔ جب اسمِ ذات تک نہ پاسکیں تو سیرِ ذات کیوں کر کریں اس لئے اس مشرب کے جتنے افراد کے حالات بھی ملاحظہ میں آتے ہیں سب کی اقصیٰ الغایات، سیرِ صفات ہے اور بس۔ ذات تک وہی رسائی پائے جو مقدمۂ درسیات اسمِ ذات ہی کو بتائے۔ سطحیات میں مبتلا، برہما کشن، مہادیو کی پوجا کرنے والا جتھا، ہر مادّی دیوتا کو خدا سمجھنے اور کہنے والا توحقیقت سے جدا، شرک کے مرض میں پھنسا ہوا، ان سے نہ ہمیں کچھ غرض، نہ ان کی حرکات و سکنات سے کچھ مطلب، کہ انھوں نے تو خود اپنے متعلّمین کی تعلیمات کو بھی پیچھے ڈالا۔ جس کسی نے ایک روزی دینے والے دیوتا کی پوجا کا سبق دیا انھوں نے اسے گائے سے تعبیر کیا ایسے بے عقلوں سے کیا الجھنا اور ان کی باتوں میں کیوں پھنسنا۔ ہم تو اس

حقیقت کی طرف قدم اٹھانے والوں اور اس ذاتِ مطلق کے عرفان پہچان کے لئے سمندِ عزم بڑھانے والوں کا ذکر کر رہے ہیں، اور انھیں کے متعلق کہہ رہے ہیں۔

ایزد و اہرمن کے تفریق کرنے والے خالق خیر و خالق شر دو خدا ماننے والے آگ و سورج کو دیوتا قرار دے کر ان کی پوجا کو رات دن کا وظیفہ بنانے والے اور مادہ پرست دنیا داروں کی طرح ان لغویات میں پھنسے رہیں، ہم انھیں کیا کہیں جب وہ اپنے معلّمین کے بتائے ہوئے نورِ حقیقی کی طرف توجہ ہی نہ کریں۔ ہم نے جو کچھ کہا اور کہہ رہے ہیں۔ وہ انہی نورِ حقیقت کے متجسّسین اور راہِ معرفت کے سالکین کے متعلق ہے کہ ان کی نہایت، اور ان کی راہ کی غایت یہی کائنات کی وسعت اور گلشنِ اسمائے صفات کی مملکت ہے ذات جامع جمیع صفات ان شیوں والوں سے بالا وَرَاءُ الْوَرٰی ثُمَّ وَرَاءُ الْوَرٰی۔ اس کا پتہ اسی کو ملا جو سیرِ آئینۂ اسمائے صفات سے آگے بڑھا اور یہ آگے بڑھنا اسی کو نصیب ہوا جس نے شاہدِ ذات سے اسمِ ذات کا سبق لیا لَا اِلٰہَ کی نفی میں تمام مظاہر اسمائے صفات کو بھی حباب صفت نیست و نابود سمجھا اور اثبات اِلَّا اللّٰہ کرنا تھا کہ شاہدِ تنزیہ کے رخسار سے پردہ اٹھا۔ اسمائے صفات کے آئینہ میں ذات کو مشاہدہ کرنا کیسا؟ عینِ ذات ہی میں جلوۂ صفات کو بھی معائنہ کیا، اور پھر علمِ ذات کے اسرار پر اس سرکار مطلع علی غیوب الذات کے صدقہ میں، جن کی شان [1] فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ میں جتائی گئی آگہی حاصل کرتے ہوئے غیب الغیب سرّ السرّ تک راہ پائی۔ [2] هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ [3] فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا۔

---

[1] القرآن - ۲۶ : ۲۷ ۔ [2] القرآن - ۴۰ : ۲۷ ۔ [3] القرآن - ۵۸ : ۱۰ ۔

ان اسرار سے ناآشنا ان حقائق کی طرف سے بے پرواہ، جن کو نہ اس راہ کی خبر، نہ اس محبوب حقیقی کے عشق کا سودا۔ اپنی کم علمی و کم فہمی کے سبب یوں کہہ دیا کرتے ہیں کہ مسلمانوں کا سلوک یا تصوّف جوگیوں اور زرتشتیوں سے لیا گیا۔ ان کی مشقیں انہی کی نقلیں ان کے اصول انہی کے معمول۔

تفننِ طبع کے لئے اگر یوں کہہ دیں کہ جس طرح کاغذ کی کشتی بنا کر گھر کی چھوٹی سی نالی یا کسی برتن کے چھوٹے سے مفروضہ تالاب میں چلانے والا بچہ اگر یوں کہتا ہے کہ بڑے بڑے جنگی جہاز اور زبردست اسٹیمر بڑے بڑے دریا اور ناپیدا کنار سمندر کیا ہیں جو کچھ ہے یہی میرا جہاز اور جو کچھ ہے یہی میرا بحر و بر۔

یا کنکوے اور پتنگ کا اُڑانے والا اگر یوں کہہ دے کہ ہوائی جہاز یہی میرا کنکوا ہے اس کا محل پرواز یہی ہوا ہے اور میرے پتنگ کا مقام عروج و ارتقا بھی یہی خلا؛ جس طرح آپ ان امثلہ کو سُن کر ہنسیں گے اسی طرح واقفین ان تخیّلات کو سُن کر تبسّمانہ انداز سے ٹال دیا کرتے ہیں کہ ان موسّسین کے پاس نہ اتنی سمجھ نہ ان کے دماغ میں وہ قوت ادراک جس سے پائیں اور درک کریں۔

اصولِ ثقل و پرواز کے اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو یقیناً ماننا پڑے گا کہ یہ دونوں امثلہ صحیح مگر کہاں کاغذ کی ناؤ اور کہاں میجسٹی (MAJESTY) جیسا بڑا جہاز، کہاں کنکوّا اور کہاں گراف زیپلن (GRAPHZEPPLIN) جیسا بڑا آلۂ پرواز۔

اس کتاب میں چوں کہ تصوّف کے محض علمی شعبہ سے بحث کی جارہی

ہے اس لئے کہ اس عمل سے اس علم مقدس کے فہم کی استعداد پیدا ہو جائے اور وہ مدرکہ حقیقی بیدار ہو جائے جو حقایق کا ادراک کر سکے اور اصول کی تہ کو پا سکے۔ نظریات اور اصولِ تصوّف یعنی اس فن مبارک کا علمی شعبہ بِحَوْلِ اللہِ وَقُوَّتِہٖ اِنْشَاءَ اللہُ تَعَالیٰ آپ کو دوسری جِلد میں بالتّفصیل ملے گا۔ (جو مسوّدہ، افسوس! نہ مل سکا)

وہاں خدا نے چاہا تو آپ کے سامنے آجائے گا کہ نظریات میں بھی کس قدر زبردست فرق نمایاں اور اصولوں میں بھی کتنا بُعد عیاں، یہاں صرف اتنا ہی دیکھ لیجئے کہ :-

۱۔ ہر کیش کے سلوک میں ترک و تجرید لازم، برہمچریہ آشرم اور رہبانیت ضروری یہاں لَارَهْبَانِيَّةَ فِي الْاِسْلَامِ اصول اوّلین۔

۲۔ وہاں انتہائی مشقتوں اور ریاضتوں کے بعد بھی سیرِ صفات سے آگے بار نہیں یہاں ابتدائے کار ہی میں عروج اِلَی الذّات پر مدار حضرت سرکار مجدد رضی اللہ عنہ کا ارشاد کہ ؎

اول ما آخر ماہر منتہی است
آخر ما جیب تمنا تہی است

۳۔ وہاں بعض منتہی بھی صفات کو عینِ ذات کہہ اٹھتے ہیں یہاں ابتدا ہی سے لَاعَيْنَ وَلَاغَيْرَ کا مسلک رکھتے ہوئے یا آئینوں میں تجلیات کو معائنہ کرتے اور مظاہر صفات سے اسی ذات کے مشاہدات کی طرف راہ پاتے ہیں؛ یا مظاہر اور آیتوں کو لَامَوْجُوْدَ کی نفی میں فنا کرتے ہوئے

واجب و ممکن کے معانی فہم میں لاتے ہوئے ممکن و ہالک و حادث کو ایک اعتبار مفروضہ گردان کر، اَلْاٰنَ كَمَا كَانَ کا رنگ ملاحظہ فرماتے ہیں۔

جلال و جمال دونوں صفات ایک ذات کا کمال جانتے ہوئے اِس بحرِ ناپید اکنار میں غوّاصی کے لئے جب آگے بڑھے کبھی انوار کی جھلک میں سب کچھ مشاہدہ کیا کبھی ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ[1] کی تاریکیوں میں اپنے وجود کو بھی گُم پایا بلکہ پانے کا احساس بھی کھویا پھر کیسا نور کیسی ظلمات نہ یہ رہا نہ وہ رہا۔ کثرت سے وحدت میں آیا وحدت سے توحید کے مقام پر فائز ہوا پھر توحید کی لفظی صورت کو بھی چھوڑا اَلتَّوْحِيْدُ تَرْكُ التَّوْحِيْدِ فِي التَّوْحِيْدِ کا راز کھُلا ؎

جن کھوجا تن پائیاں گہرے پانی بیٹھ
میں پاپن ایسی بھئی رہی کنارے بیٹھ

یہ حال ہے قال نہیں نہ قلم کو یارائے تحریر نہ زبان کو مجالِ تقریر مَنْ سَكَتَ سَلِمَ وَمَنْ سَلِمَ نَجَا۔

اتحادِ مذاہب کا خواب دیکھنے والے سطحیات پر سرسری نظر ڈال کر بھی اگر کسی نتیجہ پر پہنچنا چاہتے ہیں تو یوں ہی سمجھ لیں کہ وہاں ابجد تھی اور یہاں تکمیل کما قیل۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ (القرآن-۳:۵)

---

[1] القرآن - ۴۰:۲۴ -

اتّحادِ مذاہب و وحدتِ تصوّف

پہلے ہی کہا جا چکا، اور اب مکرّر عرض، کہ خالقِ ارض و سما، وہی ایک خداوند تبارک و تعالیٰ۔ اجسام، الوان و اشکال میں مختلف ہوں۔ لیکن جوہرِ روحانی بفحوائے[1] قُلِ الرُّوۡحُ مِنۡ اَمۡرِ رَبِّیۡ تمام انسانوں میں اُسی ایک کیفیتِ امر کا جلوہ نما۔ اس رُوح کو اس حقیقت کی طرف پہنچنے کے لئے ایک ہی راستہ۔ شہوانیات اور نفسِ امارہ کی لذّات ہی، اُس راہ میں مانع و حارج پس مقابلہ بھی جن اعدا سے ہے، وہ بھی ایک ہی قسم کے، نظر برآں انبیاؑ و اصفیاء ہوں یا سچّے ہادی و راہ نما، یہ اصول تو مسلّمہ کہ سب نے ایک ہی دعوت دی اور ایک ہی راہ بتائی۔ ان راہبروں سے قطع نظر، جو خود ہی منزلِ مقصود سے بے خبر رہے، یا خود تو بے خبر تھے مگر بعض باخبر افراد کے ناقل بنے۔ بہرصورت وہ خود اپنے دعاوی میں سچّے ہوں یا جھوٹے صحیح تعلیم میں وحدت ہونی ہی چاہیئے۔ یہ فلکیات و مادیات کے نظریات نہیں، جو علم کیمیا و علم ہیئت کی تحقیقات کی طرح روزانہ بدلتے رہیں بلکہ الٰہیات کے کلیات ہیں، جو بدیہیات کی صورت میں، انشراحِ صدر کے بعد وارد ہوتے ہیں۔ ان میں یگانگت، ان کا لازمہ و خصوصیت

---

[1] القرآن - ۱۷ : ۸۵

بلکہ ان کی یگانگت ہی ان کے صحت کے لئے ایک دلیل و حجّت۔

مگر ایسی حالت میں جب کہ عجائب و اوہام پرستی کا ہیولہ حقیقی نور کی کرنوں کے سامنے حجاب بن گیا ہو، اور مادیات کی آلودگی روحانیات کی لطافت پر گرد کی طرح چھا گئی ہو، یہ کام انسانی قوت اور انسانی طاقت سے باہر ہے کہ اپنی متضاد کیفیات کو رکھتے ہوئے بغیر اس شرحِ صدر کے مقام کو حاصل کئے اس غل و غش کو جُدا کرے اور دودھ کا دودھ، پانی کا پانی، الگ کر دکھائے۔ ممکن ہے کہ اس مبارک نیت و ارادہ میں اس کے اغراضِ ذاتی و عصبیتِ نفسانی شریک بن جائیں۔ ممکن ہے کہ وہی نفسِ لئیم، جو اس راہ میں ہمیشہ رہ زنی کیا کرتا ہے اس کو راہ ہی غلط بتائے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ عقلِ ضعیف جو صبح سے شام تک ہزاروں رنگ بدلتی اور لاکھوں خیالی و عقلی تگ و دو کی آماجگاہ بنائے اور اس درس گاہِ حقیقت کو بھی بازیچۂ اطفال کر دکھائے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس موضوع پر تحقیق تامّہ حاصل کرنے کے لئے بعض قرون میں تاریخ کا سکوت، اور بعض صورتوں میں رطب و یابس کے خلط سے صحیح اصولوں کا سامنے آنا بھی مشکل ہو جائے پھر باوصف کمال جد و جہد بھی جو کچھ سامنے آئے وہ ظنی ہی ظنی ہو یقینی کا اطلاق اس پر نہ ہونے پائے، اس لئے کہ یقینی کے لئے جن براہین کی ضرورت، ان کی تلاش میں پھر وقت بہرصورت اس ضرورت کی تکمیل کی ذمہ داری بھی اپنی رحمت سے اس مالک قدوس جل جلالہٗ ہی نے لی اور اِنَّا هَدَيۡنٰهُ السَّبِيۡلَ فرماتے ہوئے یہ بتا دیا کہ صحیح اصولوں کی طرف

رہبری ہمارا ہی کام، ظنی نہیں قطعی و یقینی وحی کے ذریعہ فرما دیا گیا کہ
اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ[۱] طریق عروج الی اللہ یا مقصد حیات کو
پورا کرنے کی راہ ایک معانی لفظ اِسلام ہی میں مضمر۔

خدائی احکام و فرامین کے سامنے سر جھکاؤ، اور الہام و وحی کے
ذریعہ جو راہ ملے اسی کو اختیار کرو۔ تمام مذاہب حقہ جو انبیاء و اصفیا
نے پیش فرمائے "تمام طرقِ صحیحہ جو بعض سچے رہبروں اور ہادیوں نے
بتائے" ان میں جہاں تک رطب و یابس نے دخل پایا عقلیات و
مادیات ملے۔ ذاتی اغراض و نفسانی شہوانیات نے آلودگی پیدا کی۔ ان
سب کو علیحدہ کر دیا گیا اور دنیا کے نسیان نے جس چیز کو بھلایا، یا منازلِ
ارتقا پر کما ینبغی فائز نہ ہونے کے سبب جو امور، عالم کی نظر سے
مخفی رکھے گئے اس کمی کو پورا کیا گیا۔ میل کچیل کو دھویا گیا بکھری ہوئی
تعلیم مکمل صورت میں تمام مذاہب حقہ کے عطر کی شکل میں اس محبوب
ذات احدیت کی معرفت بھیج دی گئی اور کہہ دیا گیا کہ[۲] هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ
فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَ
یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وہ رسول جو سوائے خدا کے اور کسی کے سدھائے
ہوئے نہیں اس رب ہی کے بتانے سے اس کی نشانیاں لوگوں کو دکھاتے
اُن کا تزکیہ باطن فرماتے اور کتاب و حکمتہ کے اصول سکھاتے ہیں وہ
اپنے عقلیات کے تیر نہیں چلاتے اپنے ذاتی اغراض کو دخل نہیں دیتے

---

۱ القرآن - ۳:۱۹ - ۲ القرآن - ۶۲:۲

[۱]مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ظنیات پر اعتبار نہیں کرتے بلکہ جو کہتے ہیں۔[۲] اِنْ هُوَ
اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی قطعی و یقینی ہی ہے اُن کا مبلغ تحقیق کتب مدونہ تاریخ
نہیں بلکہ جو کچھ ہے وہ[۳] عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ کے علمِ قدیم کا فیضان۔

آج تم ناحق سرگرداں ہو کہ تمام مذاہب میں سے اچھی اچھی باتوں کو
چن کر ایک نئی شکل ترتیب دو آج تم بے ضرورت جد و جہد کرتے ہو کہ تمام
جزئیات کو ترتیب دے کر مذہب و تصوف کی متحدہ صورت پیدا کرو۔ یہ
کام ہو چکا اور تکمیل کے ساتھ ہو چکا۔

آج نئی قسم کے ہارمونیم اور پیانو کے سُروں سے اتحادِ مذاہب و وحدتِ
تصوّف کا راگ الاپا جا رہا ہے۔ یہ وہی نغمہ جو چودہ سو برس پہلے نہایت
دل کش انداز میں عرب کے پُر نور وادی سے دُنیا نے سُنا اور عالم کے کان
اس سے آشنا ہوئے۔ وہ آواز اب تک گونج رہی ہے۔[۴] اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ
دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا تم تکمیل
چاہتے ہو۔ وہ ہو چکی۔ تم اتمام نعم کے متمنی ہو اس کی صورت سامنے آگئی
شفقت علیٰ خلق اللہ کے مضمون کو ذہن میں لئے ہوئے تم تمام مخلوق
کو ایک رنگ میں دیکھنا چاہتے ہو۔ اسلام کی طرف سے اجنبیت کا پردہ
اٹھاؤ، وہ دیکھو اسلام کس محبت کے ساتھ مذاہب حقہ، موسویت و
عیسویت کے ماننے والوں کو آواز دے رہا ہے کہ[۵] تَعَالَوْا اِلٰی كَلِمَةٍ
سَوَاءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَیْئًا۔

۱، ۲ القرآن - ۵۳:۳ ۳ القرآن - ۶۴:۱۸
۴ القرآن - ۵:۳ ۵ القرآن - ۳:۶۴

عقیدۂ توحید، توجہ الی اللہ، اعراض عن ماسوی اللہ یہی تین زریں اصول ہیں جن پر تمام مذاہب حقہ کا دارومدار اور یہی وہ باتیں ہیں جن پر تمام عالم کے حقیقت بین متحد، اسلام اس اتحاد کا نمونہ اور اسلام ہی اس واحد تصوف کا معلم جو تمام عالم کی خوبیوں کا مخزن تمام جزئیات پر حاوی اور تمام محاسن کا جامع ہے۔

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ

عالم کی عمارت، جس ستون یا پتھر کے سبب نامکمل تھی وہ ستون یا پتّھر یا یوں کہو کہ وہ رابطۂ برقیہ جس نے تمام عالم کے مذاہب حقہ کی عمارتوں کو باہم متحد و متفق کرتے ہوئے ایک قلعہ مستحکم کی صورت میں منتقل کر دیا وہ دین قدیمِ اسلام کے جمانے والے سرکار محمدؐ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کا پیش کردہ طریق ہے انھوں نے اپنے دامنِ رحمت میں سارے عالَم کے حق گو اور حق پسند افراد کو لیا اور سب کو وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا[1] کا سبق دیا خدا کی محبت اور پریم کا جام پلایا اور ایک بادۂ وحدت سے تمام عالم کو سرشار بنایا، جس کا دل چاہے آئے ایک عَلَمِ توحید کے نیچے جمع ہو جائے۔ اس احد وصمد ذات کی طرف دھیان لگائے۔ غیر اللہ کی نفی کرتے ہوئے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہے اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) کے ظِلّ عاطفت میں تربیت پاتے ہوئے منازلِ عرفان کو طے کرلے۔ گھر بیٹھے یہ دولت مل رہی ہے۔ بے تلاش و تجسّس، بے سعی و محنت یہ خزانہ ہاتھ آرہا ہے۔

[1] القرآن - ۳:۱۰۳

گوتم بُدھ جی مہاراج کی طرح راج پاٹ کو چھوڑ کر اعزّا و اقربا بال و بچوں دوست و احباب سے منھ موڑ کر صحرا نوردی کرتے مصیبتیں سہتے تکلیفیں اُٹھاتے بُدّھی کے درخت کے سایہ میں اگر کوئی نُورانی جھلک نظر بھی آتی تو اوّل یہ تمیز دشوار تھی کہ وہ حقیقی نور کی تجلّی ہے یا تمہارے واہمہ کی پیدا کردہ ایک تصویر۔ پھر اگر وہی راہ پاتے جس پر ان کے متّبعین آج قائم کہ "کیسا خدا کون پیدا کرنے والا جو کچھ ہے روح اور مادّہ؛ آواگون کے چکر سے نجات پانے اور روح کو مُکتی کے مقام پہنچانے کے لئے۔ ریاضت و تپسیا۔ پس یہی انجام یہی نتیجہ" تو "خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃَ" نیکی برباد گناہ لازم ہے۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

تم پر بھی صادق آتا۔ سقراط و بقراط کی طرح پہاڑوں کے غاروں میں سخت سے سخت تکلیفیں اٹھاتے قدم قدم پر ٹھوکر کھاتے بہت سے صغریٰ و کبریٰ بناتے مگر نتیجہ راست نہ لاتے کسی نہ کسی مغالطہ کا شکار ہو جاتے۔ آج پکا پکایا کھانا سامنے ہے انواع واقسام کے مطبوخ چُنے ہوئے ہیں طرح طرح کی نعمتیں لگی ہوئی ہیں فلسفیانہ رنگ کی طرف میلان ہو دلائل و براہین کا دفتر بے پایاں موجود۔ سادہ لطائف و حقائق کا ذوق ہو اسمائے صفات کا مخزن تمام کائنات کا مرقع قرآن کریم سامنے وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتَابٍ مُّبِیْنٍ[1] خدا کا ذکر کرو۔ صفات میں فکر کرو۔ ذات کی طرف

[1] القرآن - ۶:۵۹

راہ لو۔ این وآن کے خیالات دل سے بھلاؤ۔ ماسوٰی اللہ کا نقش
قلب سے مٹاؤ۔ یک سوئی کے ساتھ اس کی طرف دھیان جماؤ۔
اگر مقصود کو نہ پاؤ منزل پر نہ پہنچ جاؤ تب ہی کچھ کہنا۔

جھگڑے فساد سے منھ موڑو۔ زق زق بق بق کو چھوڑو انانیت و
خودی کا رشتہ توڑو۔ دیکھو تو سہی سب کچھ ملے گا۔ باتیں بنانے میں وقت
ضائع نہ کرو قیل وقال سے زبان کو روکو اور گیان دھیان سے کام لو۔
روح کو اپنی راہ پر لگنے کی مہلت تو دو۔

قال را بگزار مرد حال شو   پیش مرد کاملے پامال شو

جب بفحوائے[1] اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا
وَّ عَلٰی جُنُوْبِھِمْ ذکر خدا میں مصروف ہو کر تزکیہ وتغذیہ روحانی کرتے
ہوئے فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ[2] میں فکر یا کائنات کے آئینہ میں اُس
حُسنِ مطلق کی تجلّیات کا مطالعہ کرتے ہوئے[3] رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا
بَاطِلًا کہہ کر طلب ذات میں دیوانہ وار قدم آگے بڑھاؤ گے، آتش
عشق ومحبّت حقیقی سے بفحوائے[4] اَلْعِشْقُ نَارٌ یُحْرِقُ مَاسِوَی الْمَعْشُوْقِ
پردہ وحجاب ماسوٰی کو جلا کر آتش ہجر سے[5] سُبْحٰنَکَ فَقِنَا
عَذَابَ النَّارِ کہہ کر پناہ مانگتے ہوئے وصال کے طالب بن
کر اپنی ہستی موہوم کو اس محبوب حقیقی کے مشیت وارادہ کا تابع
بنا کر کَالْمَیِّتِ فِیْ یَدِ الْغَسَّالِ کی شکل میں ڈھال کر اس کے
ہو رہو گے نقاب اٹھے گا اور جمال حبیب بے حجاب سامنے

۱،۲،۳ القرآن۔ ۱۹۱ : ۳ ۔ ۴ الحدیث ۔ ۵ القرآن ۔ ۱۹۱ : ۳

آئے گا۔ اس وقت تم خود بول اٹھو گے کہ[1] رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا
یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّکُمْ فَاٰمَنَّا اور اس راہ عشق و
محبّت میں اپنی لغزشوں پر شرمندہ ہو کر عرض کرو گے کہ[2] فَاغْفِرْلَنَا
ذُنُوْبَنَا وَکَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ۔

پھر اس ذاتِ بحت میں فنا کے متمنّی بنو گے جو بقا کی لذت سے
بہرہ اندوز بنائے۔

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ[3]۔

۱، ۲ القرآن۔ ۱۹۳ : ۳ ۔ ۳ القرآن : ۸۸ : ۱۱

ضمیمہ

مسمریزم —— و —— ہپنوٹزم

یا

نظر بندی اور بھانمتی کا سانگ

آپ متعجب ہوں گے کہ اس عنوان کو ہمارے مبحث سے کیا
علاقہ، لیکن کیا کیا جائے جب نظر میں فتور ہو، بصارت میں قصور ہو،
واہمہ بڑھا ہوا ہو، شعور صحیح گھٹا ہوا ہو، تنکے کا پہاڑ اور سوئیں کا پھاؤلا
بنا ہی لیا جاتا ہے۔ شعراء تشبیہہ دینے میں کچھ نہ کچھ رعایت رکھیں آنکھ
کے لئے نرگس اور دہن کے لئے غنچہ ہی کی تلاش کریں مگر آنکھ کو پہاڑ
اور منھ کو غار سے تشبیہہ دی جائے تو کیا کریں۔ مینڈک نے اگر اپنے
چھوٹے سے پانی کے گڑھے کو سمندر سمجھا تو تعجّب خیز نہیں اس لئے
کہ پانی کا وجود تو ہے، چوہے نے اگر ہلدی پا کر پنساری کا دعویٰ کیا تو
چنداں حیرت انگیز نہیں۔ اس لئے کہ اس جنس کی ایک چیز تو ہے۔
تعجب تو ان عقل سے معرّا علم سے بے بہرہ افراد پر ہے جنھوں نے
انبیاء کے اعجاز کو سحر سے تشبیہہ دی اور کرامات و خرق عادات اولیاء
کو مسمریزم کا شعبدہ کہا اور ہپنوٹزم یا فن تنویم کو کمالات روحانی سے
تعبیر کیا۔ کہاں وہ بازی گر جو اپنی ہتھ پھیری سے تاش کے پتوں کا رنگ بدلا

ہوا دکھاتا ہے اور کہاں وہ علم کیمیا کا ماہر جو مختلف الوان کی حقیقت
سے آگہی رکھنے کے سبب زرد کو سبز اور گلابی کو گہرا سُرخ بلکہ سیاہ بناتا
ہے۔ ایک شخص کے سر میں درد ہے۔ اس کے سبب دل پر وحشت اور
گھبراہٹ سخت افسردہ نہایت پژمردہ اپنے حال میں بیٹھا ہے چند ماہ
ہوئے کسی لاٹری کا ٹکٹ لیا تھا یا یوں سمجھئے کہ بی۔ اے کے امتحان
میں شریک ہوا تھا۔ پرچے خراب ہو گئے تھے ایک لخت ایک
آنے والا آتا ہے اور یہ خبر مصدق صورت میں لاتا ہے کہ تم کو لاٹری میں
اتنے لاکھ روپے مل گئے یا تم امتحان بی اے میں کامیاب ہو گئے۔
بتاؤ اس خبر کے سننے کے بعد اس کے دل پر کیا اثر ہوگا۔ وہ درد سر،
گھبراہٹ اور طبیعت کی افسردگی باقی رہے گی یا فوراً حالت بدل جائیگی
اب نہ درد سر ہے نہ افسردگی و پژمردگی، چہرہ پر تازگی ہوگی، رُخساروں
پر سُرخی مسرت و خوشی سے دل لبریز ہوگا اور ہرادا فرحت خیز، یہ
ذرا سی دیر میں کیا ہو گیا۔ درد سر کہاں گیا۔ گھبراہٹ کیا ہوئی۔ ادنیٰ
تدبّر سے سمجھ میں آجائے گا کہ قوت متخیلہ اس وجود عنصری پر اپنا خاص
اثر رکھتی ہے۔ خبر فرحت اثر نے رنج و کلفت کو راحت سے بدل دیا۔
اسی طرح کوئی شخص خوشی میں مست ہو کر جشن منا رہا ہے یک لخت
اس کے اکلوتے لخت جگر کے انتقال کی خبر وحشت اثر وہ کیفیت
پیدا کرے گی جو بیان سے باہر ہے۔

چند الفاظ کے معانی و مفہوم سے جو اثر خیال پر پڑا اس کے تمام
وجود کی کیفیات میں تلاطم پیدا کر دیا۔ تم نہایت مغموم بیٹھے ہو کسی فکر

میں مصروف ہو یک لخت آنکھوں کے سامنے ایک نہایت خوشنما منظر آتا ہے۔ تم اسے دیکھتے ہی رنج وغم و فکر سب بھول جاتے ہو اور تمہارے خیال کی دنیا میں ایک عجیب انقلاب ذرا سی دیر میں رونما ہو جاتا ہے۔ تم کسی معمولی خیال میں ذرا غور کر رہے تھے کہ ایک سخت ڈراؤنی چیز تمہاری آنکھوں کے سامنے آئی بلکہ جانے دو ایک معمولی سا چوہا کودا۔ بلّی اچھلی چھپکلی گری تم ایک دم گھبرا کر اُچھلتے ہو۔ یہ کیا ہوا۔ ذرا سی چیز نے تم کو خیالی دنیا میں کہاں سے کہاں پہونچا دیا۔ ان مثالوں سے تم نے دیکھا اور معلوم کیا کہ سننے دیکھنے اور محسوس کرنے سے خیالی دنیا میں ایک خاص انقلاب پیدا ہو ہی جاتا ہے۔ رنج وغم خوشی سے فرحت وانبساط و تردد و فکر سے فوراً بدل جاتا ہے۔

تمہاری صورت تمہارے جذبات وخیالات کی ترجمانی کرتی ہے یا نہیں؟ فکر و رنج کے وقت آئینہ میں اپنی صورت دیکھو۔ پھر خوشی و راحت کے وقت اسی شکل کو معائنہ کرو تم فرق پاؤ گے اور ضرور پاؤ گے۔ جس طرح تمہارے خیال کی ترجمانی تمہارے چہرہ کی ادائیں کرتی ہیں اسی طرح تم خود اپنے تجربہ سے جانتے ہو، تم دوسروں کی صورت دیکھ کر بتا دیا کرتے ہو کہ وہ اس وقت کسی رنج وفکر میں ہے یا خوشی وشادمانی میں۔ پھر تم یہ بھی جانتے ہو کہ ایک ہنستا بولتا کھل کھلاتا آدمی تمہارے پاس آئے تم مغموم بیٹھے ہو مگر تھوڑی ہی دیر میں اس کے مسرت بھرے جذبات تمہارے خیالات پر اثر ڈالیں گے اور تمہاری حالت میں انقلاب پیدا ہو گا۔ اسی طرح تم خوش اور

شادمان بیٹھے ہو کہ تمہارا ایک دوست مغموم متفکر افسردہ تمہارے پاس آیا اس کی صورت سے آثار افسردگی نمایاں اس کی صحبت تھوڑی ہی دیر میں تم کو بھی مغموم بنا دے گی ؏

افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را

مگر ان دونوں مثالوں میں تجربہ بتاتا ہے کہ جس کی قوت متخیلہ غالب ہوگی وہی غالب آئے گا۔ رنجیدہ آدمی کا رنج اس پر اس انداز سے مُسلّط ہو چکا ہے کہ وہ اس کو علیحدہ کر ہی نہیں سکتا اور اس کے رنج کی نسبت تمہاری خوشی کی نسبت سے بڑھی ہوئی ہے تو آخر اس کا رنج غالب ہو گا اور اسی طرح اس کا عکس۔ تجربہ کار مقرر اور مشّاق ایکٹر اپنے عمل سے جو کچھ کیا کرتا ہے۔ ہر ایک پر روشن اور وہی اس نظریہ کا ثبوت۔ یہ کیا ہے صرف قوّتِ متخیلہ کا وہ اثر جو جوارح پر نمودار ہوا تمہارے حواس کے ذریعہ تمہاری قوّتِ متخیلہ پر پڑا اور یا وہ غالب آیا تم مغلوب ہوئے یا تم غالب آئے، وہ مغلوب ہوا۔

ایک بازی گر، ایک مسمریزر کیا کر رہا ہے؟ یہی اور فقط یہی کام اس نے اپنی قوت متخیلہ کو سدھا لیا اور فلسفہ جذبات کی عملی سائینس سے آگہی حاصل کرنے کے سبب تمہارے جذبات وتخیلات پر قابو پا کر کام کر رہا ہے۔ کیا اسی قوّتِ متخیلہ کا نام روح ہے یا روح کوئی اور چیز؟ تم نے مطالعہ کیا یقیناً روح کوئی اور چیز ہے اتنا تو یقیناً کہا جا سکتا ہے کہ یہ قوت متخیلہ نہیں۔ روح پر جسم کی حیات و ممات کا

دار ومدار اور خیال دماغ کی قوت کا ایک کرشمہ، پھر بھلا کیوں کر جائز ہوسکتا
ہے کہ ان کھیلوں اور روحانی کارناموں کو ایک کہہ دیا جائے۔ ہاں! دنیا
میں ایک نیا تماشا نکلا ہے پہلے پرانے زمانے کے عامل حضرات
کیا کرتے تھے۔ انگوٹھے پر سیاہی لگا کر نابالغ بچوں سے جنوں کو بلواتے
اور خبریں پاتے تھے۔ اب مسمریزم کی انگوٹھی کا تماشا دیکھو۔ اس میں
بھی وہی ہوتا ہے۔ اسی کی مثالیں اور اس کے نظریات تم نے ابھی ملاحظہ
کرلئے یہ بھی وہی قوت متخیّلہ کا سانگ ہے اور بس۔

اور لیجئے عمل تنویم کے ذریعہ ایک شخص کو سلایا جارہا ہے پھر
کسی مردہ کی روح کو بلایا جارہا ہے۔ یا جیتے جاگتے ایک تماشا ہوتا ہے
کہ مُردوں کی روحیں آتی ہیں اور باتیں کرتی ہیں چند روز ہی ہوئے کسی
اخبار میں پڑھا تھا کہ اس کی رُوح نے انصاری کو پیغام لکھا یا خط ملایا
تو یکساں پایا۔ آج تمہاری سمجھ میں نہ آئے کہ یہ کیا معمّہ تھا اور یہ کیسا
کھیل ہے، مگر عمل تنویم کی کتابوں کو پڑھ لو ہپنوٹزم کی معمولی سی مشق
کرلو فلسفہ جذبات کا مطالعہ ساری باتیں سمجھادے گا۔ ہم منع نہیں
کرتے۔ عمل تمہیں سب کچھ بتادے گا۔

اب اگر ہم سے یہ پوچھو کہ روحانی سیر روحانی باتیں، معجزات
اور پیروں کی کرامات بھی تو ایسی ہی معلوم ہوتی ہیں تو ہم کہیں گے کہ
غلط اور سخت غلط۔ تم نے ابھی معجزات اور کرامات کی حقیقت
کو سمجھا ہی نہیں اس لئے کہتے ہو۔ یہ پتنگ اور ہوائی جہاز کی سی مثال
بھی نہیں اس لئے کہ یہاں فقط خیال ہی خیال ہے اور وہاں قلب

یہاں فقط تخیل پر اثر ہے اور وہاں انقلاب ماہیت ۔۔۔ یہ کیوں کر؟
انشاء اللہ ربی اسی کتاب کی دوسری جلد میں پڑھ لینا بہت آسانی
سے سمجھ میں آجائے گا۔ تم کہو گے کہ ان روحانی مشقوں میں بھی تو یہی
بتایا گیا۔ اللہ اللہ کرنے کی ترکیبوں میں بھی یہی سکھایا گیا کہ یہاں سے
ذکر کا خیال کرو فلاں دھیان کو جماؤ۔ خیال اور دھیان یہاں بھی ہے
اور وہاں بھی تو ہم کہیں گے یہ سچ ہے۔ مگر اتنا زبردست فرق کہ یہاں
خیال سے کام نہیں لیا جاتا اصل کام لینا رُوح سے ہے لیکن رُوح کو
اپنا کام کرنا چاہیئے خیال دوسرے کام کی طرف لے جائے کام بگڑ جائیگا
آنکھ کتاب پر جمی ہو۔ ہاتھ کھیل میں لگے ہوں کیا ایسی حالت میں بچّہ
پڑھے گا۔ نہیں اور ہرگز نہیں۔ خیال کی لگام اور دھیان کی باگ اس
طرف اس لئے پھیری گئی کہ روح کے کام میں خلل نہ پڑے۔ ذکر وفکر
دونوں کام حقیقتہً روح سے لئے جارہے ہیں اور جب تک روح جسم
کے پنجرے میں مقید ان دونوں کو ہم آہنگ بنانا پڑے گا، اگر
ایسا نہ ہو تو کام بگڑ جائے گا عملی نقطۂ نظر سے تو کر کے دیکھو پتہ
چل جائے گا اور نظریات کو سمجھنا چاہتے ہو فلسفیانہ رنگ میں مطالعہ
کرنا چاہتے ہو تو جلد دوم کو دیکھو وہاں علمی حصّہ میں یہ سب کچھ آجائے گا۔
یہاں عمل کا میدان ہے اتنا بتائے دیتے ہیں کہ روحانی مشقیں، روحانی
سیریں، روحانی ترقیاں اور چیز ہیں۔ خیالی ڈھکوسلے اور شے، خواب کی
باتیں اور جادوگری کے شعبدے دوسری چیز[1] وَمَاهُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ

---

[1] القرآن - ۶۹ : ۴۱ -

فَمَآ اَنۡتَ بِنِعۡمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجۡنُوۡنٍ ؕ (القرآن - ۲۹:۵۲)۔ اِس پر دلیل ساطع و برہان قاطع ۔ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ۔ (القرآن - ۲:۲۶۹) ۔ یہ کھیل نہیں ہیں جو تمہیں بہلائیں ـــــ کھیل کی باتیں نہیں جو تم کو رجھائیں اور للچائیں ۔ تم کو انسان بنانے والی، مقصدِ حیات پر لگانے والی بد اخلاقیاں چھڑانے والی مادیات کی آلائش سے پاک بنا کر فرشتوں کی خصلتیں پیدا فرما کر اس ذات بے چون و بے چگوں سے ملانے والی ترکیبیں ہیں ۔ کاش ہم میں اثر کریں ۔ حیاتِ حقیقی کا جوہر بخشیں اور مالکِ عالم تمہارے خادم کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور خود اس کو بھی عمل کا بہترین نمونہ بنائے ۔

وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيۡزٍ [1]

عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ وَاِلَيۡهِ اُنِيۡبُ [2]

وَصَلَّى اللّٰهُ الۡعَلِيۡمُ الۡحَكِيۡمُ عَلٰى حَبِيۡبِهِ الۡبَشِيۡرِ النَّذِيۡرِ الۡمُخۡتَارِ سَيِّدِ الۡاَبۡرَارِ وَالۡاَخۡيَارِ الَّذِىۡ هُوَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ رَؤُفٌ الرَّحِيۡمُ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحۡبِهٖ وَاَبۡنِهٖ وَحِزۡبِهٖ مَعَ التَّسۡلِيۡمِ اِلٰى يَوۡمِ الدِّيۡنِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ○

---

[1] القرآن - ۲۰:۱۴ - [2] القرآن - ۸۸:۱۱۔

تمت بالخیر

شائع کردہ :

ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشنز

"المرکز الاسلامی"

شارع عبدالعلیم صدیقیؒ و شارع اسلامک سینٹر،

'بی' بلاک۔ شمالی ناظم آباد، کراچی-74700 (پاکستان)

فون : 66 44 156